

وَاللَّهُ أَفْضَلُ مَا مَعَكَ يَا نِعْمَ الْعَالِمُ

# حُبِّي



محمد عبد الوهاب عذري

مطبع اعظم مصر دار الكتب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## حُبِ نَبِی

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللهُ جَلَّ وَعَلَا وَمَنْ  
يُطِيعِ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ  
وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالْقَالِيْنَ وَحَسَنَ اُولَٰئِكَ رَجِئًا۔ جو شخص  
اللہ سبحانہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت رکھتا اور ان کی  
اطاعت کرتا ہے وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ سبحانہ  
انعام کیا۔ وہ لوگ انبیاء (علیہم السلام) و صدیقین امد شہداء و صالحین ہیں  
ان کی رفاقت اچھی رفاقت ہے۔

اطاعت و رزق ہے۔ حضرت! اطاعت کا ترجمہ ”محبت“ ہم نے جو کیا ہے اس  
آپ کو تعجب ہوگا لیکن اگر آپ نظر تعمق سے ملاحظہ فرمائیں تو کوئی تعجب کی بات  
نہیں ہے۔ محبت کا لازمہ اطاعت و اتباع ہے اور اس کا نتیجہ سعیت ہے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَا لَمْ يَمُتْ مَنْ أَحَبَّ

اومی اسی شخص کیساتھ ہوگا جسکو وہ محبوب جانتا ہے۔ اسی طرح اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کو محبوب جانتا ہے تو اس کا حشر بھی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین۔ شہداء و صالحین کے ساتھ ہوگا۔ انبیاء میں اس کا محبوب بھی ہے۔ را آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے محبوب کے محبین و محبوبین یعنی انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء و صالحین۔ تو آیت کریمہ میں جس مسیت کا ذکر ہے وہ دراصل نتیجہ محبت ہے اور محبت کا لازمہ طاعت و اتباع۔ اس کا دوسرا شاہد اس آیت کریمہ میں ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ اے نبی کریم! آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب جانتے ہو تو میری طاعت و اتباع کرو۔ پس ظاہر ہے کہ بغیر اس کے دعویٰ محبت فضول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لازم ہے قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو مسلمانوں پر لازم کر دیا ہے۔ لیکن محبت ایسی ہو کہ اس کے مقابلہ میں کسی اور چیز کی محبت دل پر غالب نہ ہو۔ بغیر اس کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاَخْوَاؤُكُمْ وَاَنْفُسُكُمْ وَاَمْوَالُكُمْ وَاَهْلُكُمْ وَاَتْرَابُكُمْ تُحِبُّوْنَ كَسَادَ هَآءِ مَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ قَتْلٌ بَظُنُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ وَّاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اے نبی کریم! آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے اباؤں۔ بیٹوں۔ بھائیوں۔ خواتین۔ اولاد۔ مال۔ اور تمہارا مال۔ متعلق اور تجارت جیسے بڑے کاموں کا نہیں اندیشہ ہے اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں یہ سب اللہ اور اس کے

آحضرت علیؓ علیہ السلام کی محبت اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ  
پر محبتوں سے زیادہ بہی پیاری اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا

سب سے زیادہ محبوب ہونا چاہیے ان کے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت کی پرواہ ہو نہ اولاد و برادری کی اور نہ کسی اور کی۔ یہ تو بان کی دوستی تھی اس طرح مال و متاع کی دوستی ہو اور نہ تجارت وغیرہ معاملات کی نیز مکانات وغیرہ کی بھی اتنی محبت نہ ہو۔ جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں انکو اعلان دیا گیا ہے کہ خلاف کرنیوالے یا تو اسی دنیا میں کسی بلا میں مبتلا ہو نیگ یا آخرت میں اُن سے باز پرس ہوگی اس کے ساتھ اللہ پاک نے خلاف کرنے والے لوگوں کو فاقہ کشین کے لقب سے یاد فرمایا ہے اور آئندہ اُن کو راہ راست نہ دکھانے کی وعید شدید سنائی ہے۔ یعنی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام قرابتداروں اور مال و متاع سے زیادہ محبت نہیں کرتے وہ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں اور اللہ سبحانہ بھی انکو راہ راست نہیں دکھاتا ہے۔

کمال ایمان کیلئے مجاہد بنی شریف ہے | حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 اور مسلم شریف و نسائی شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ  
 إِلَيْنَا مِثْلَ مَا يَحِبُّ إِلَىٰ نَفْسِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ تم میں سے کوئی شخص ہمارے لئے نہیں  
 ہو سکتا اس وقت تک کہ میری جہت اسکے دل میں اپنے بچوں اور ناپ اور تمام  
 لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

لوگوں سے زیادہ ہو۔  
 مستحید اگر فیہا ایک علیہ اس بیان کے سننے سے آپ گمبائیں نہیں کا مشاہدہ اس کے

رسول کے ساتھ ایسی محبت پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ مشکل نہیں ہے۔ آسان ہے۔  
 بیشک ایک طریقہ اختیار کیا جائے۔ فرض کیجئے کہ آپ کو اپنے بچے سے زیادہ محبت  
 ہے یا اور کسی رشتہ دار سے۔ لیکن یہ محبت آپ کے اختیار سے نہیں ہے طبیعت  
 اس کی مقتضی ہے۔ اور یہ لہذا خدا کی طبیعت آپ ان رشتہ داروں کو سب سے  
 زیادہ چاہتے ہیں۔ چونکہ حالت ابتدائی ہے۔ اس لئے اس میں آپ کو فی الواقع  
 نہیں لیکن آپ کو کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول سے تعداد زیادہ  
 محبت کیا کریں۔ اگرچہ ابتداء آپ کی محبت خدا اور رسول کے ساتھ تکلف  
 سے ہوگی۔ مگر جب ایک عرصہ گزر جائیگا تو یہ امر آپ کی طبیعت و فطرت میں  
 داخل ہو جائیگا۔ اب خود آپ کی طبیعت مجبور ہوگی کہ اللہ اور اس کے رسول  
 کو سب سے زیادہ چاہا کریں۔ اور انکی محبت کو سب چیزوں کی محبت سے  
 زیادہ دل میں جگہ دیا کریں۔

موت کے افسانہ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طبعی  
 دوسری اختیاری۔ حدیث شریف اور قرآن کریم میں جس موت کا ذکر ہے وہ محبت  
 اختیاری ہے۔ یعنی انسان اپنی خواہش اور ارادہ سے جن چیزوں سے محبت  
 و انس پیدا کرتا ہے ان میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت سب سے بڑھ کر  
 ہونی چاہیے۔ یہی محبت طبعی جس میں انسان کے تصرف و اختیار کو دخل  
 نہیں۔ مثلاً غطرہ کسی سے محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ وہ شخص سے  
 زیادہ محبوب بھی ہے تو اس کا مواخذہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک فطری اور طبعی  
 امر ہے جس میں انسان مجبور ہے اور یہ بات انسانی طاقت سے باہر  
 اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ لَفْسًا إِلَّا وَشَعَهَا۔ اللہ کسی شخص  
 کو اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا۔ البتہ مسلمان چاہیے کہ

اپنی خواہش اور عمل کے رجحان سے جس چیز کو محبوب سمجھ رہا ہے اس میں سے زیادہ اشد اور اس کے رسول کو محبوب جانے۔ اگرچہ یہ امر اس کی طبیعت اور خواہش کے خلاف ہو۔

محنت اختیاری کی ایک مثال اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ایک شخص بیمار ہے مجھ نے اس کے لئے ایک دوا تجویز کی ہے جو حد درجہ تلخ ہے ہر چند کہ اس کا استعمال کرنا نفس کو گوارا نہیں لیکن جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حکیم عاقل نے نسخہ تجویز کیا ہے تو طبیعت طوعاً و کرہاً اس دوا کی طرف رغبت کرتی ہے۔ متذکر رہو یا تمکا خیال جو دل میں بسا ہوا ہے وہ خود بخود انسان کو ایسی تلخ سے تلخ دوائی سے پینے پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ بیمار اس کو طلب کر کے بلکہ اس کے لئے اپنے جیب سے دام خرچ کر کے استعمال کرتا ہے اگر آپ غور فرمائیں تو اسی مثال سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ انسان نفس کی بیماریوں اور روحانی امراض میں مبتلا ہے۔ شفا حاصل کر نیکی اس کو سخت ضرورت ہے۔ طبیعت نے اس کا ایک نسخہ بتا دیا ہے۔ اگرچہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے اور قدرے تکلیف دہ معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن جب شفا یابی پیش نظر ہے اور بیماری کے ہلکے و تباہ کن نیکالین ہے تو دوا کی تلخی اس کے لئے ننگ راہ نہیں ہو سکتی۔ اسی نظیر پر سمجھ لیجئے کہ طبعی طور پر اگرچہ اس کو اولاد محبوب ہے بی بی سے محبت ہے۔ جان پیاری ہے۔ مال و متاع سے الفت ہے مگر اس سے انس ہے۔ لیکن اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ کوئی چیز ساتھ آنیوالی نہیں ہے۔ اور کسی کی محبت آخرت میں کام نہ آئیگی تو اس کی طبیعت اس سے تمام چیزوں سے خود بخود پیچھے ہٹے گی۔ اور اس کی طبیعت کا بھالہ آہٹا ہے گا جو طبیب روحانی کا ارشاد ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب جانو

اہم ہونا، نہ کہ ان تمام چیزوں کی محبت۔ اللہ اور اکیسہ رسول کی محبت  
آئینہ ہو گا۔

محبت کی آخری منزل ایہ محبت کی پہلی منزل ہے اور اسکا کمال اور آخری درجہ  
یہ ہے کہ انسان کی خواہش اور اسکا ارادہ بھی طبعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ارشاد کے تابع ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے لَا تَقُولُوا مِنْ آجَدُكُمْ مَخَافَتِي  
سَكُودًا هُوَ لَهُ تَتَعَالَى مَا حَبِثْتُ بِهِ۔ تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت  
تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش میرے لئے ہو۔ اہم  
راہبیت کی تابع نہ ہو جائے۔

محبت کی علامتیں [بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔  
ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ آيَاتِهِ۔ اَنْ يَكْلُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰی  
وَيَسْئَلُوْهُ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِّمَّا سَوَّاهُمَا۔ وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ  
اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰی۔ وَاَنْ يَكْلُمَهُ اَنْ يَعُوْذَ فِي الْكَثْرِ كَمَا يَكْلُمُهُ اَنْ  
يَقْدَفَ فِي النَّارِ۔ تین چیزیں ہیں۔ یہ جس شخص میں ہونگی وہ ایمان کی  
شیرینی پائے گا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو  
ان کے سوا سے زیادہ چاہے۔ دوسرا یہ کہ اگر کسی سے دوستی رکھے انکی بات  
سمجھنے کے لئے رکھے۔ اس کے سوا کسی اور غرض کے لئے نہیں۔ تیسرا یہ کہ اگر کوئی دالے جائے تو  
جس طرح مکروہ جانتا ہے اسی طرح کفر میں لوٹے کو وہ مکروہ جانے کیونکہ یہ امر  
مسلم ہے کہ اللہ سبحانہ نعم حقیقی ہے رزق کی تعلیم اور اخلاق کی تعلیم اسی کا کام  
ہے اور جس کو رزق دینا یا اخلاق سکھانا چاہیے کوئی اسکو روک نہیں سکتا اور نہ  
جس کو اس سے روکنا چاہیے کوئی اسکو دے نہیں سکتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ سبحانہ نے اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاق ہم تک پہنچانے کا وسیلہ و ذریعہ بنایا۔ آپ ہی کے بغیر سے ہم کو ہدایت الی اللہ حاصل ہوئی اور اخلاق کی درستی مل میں آئی۔ ایسی حالت میں آپ کے حقوق کو ماننا اور آپ سے محبت کرنا ہمارا فرض اور عین ایمان ہے۔ اور چونکہ یہ نعمتیں تمام نعمتوں سے زیادہ بھاری اور قابل قدر ہیں ان کے مقابلہ میں کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ اس لحاظ سے آپ کی محبت کو سب سے زیادہ دل میں جگہ دینا اور آپ کے احترام و اعزاز کو پیش نظر رکھنا ہم پر لازم ہے۔

حضرت فاروق کی محبت | بخاری شریف میں حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی لَا تَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِمَّنْ تَفْضِلُنِي إِلَيْهِ تَبِينَا جَنِينِي۔ یقیناً آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں مگر اپنے نفس سے جو میرے پہلو میں ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بَلَى تَقُولُ مِمَّنْ أَحَدُكُمْ تَحْتِي أَلَمْ يَكُنْ رَأْسِي مِنْ نَفْسِي۔ ہرگز کوئی شخص تم سے زیادہ محبوب نہیں ہو سکتا کہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ جانے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی وَاللَّهِ أَتَزَلَّ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَا تَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَمِيرِي الْوَلِيِّ جَنِينِي۔ اُس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی یقیناً آپ مجھے اپنی اس جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ تو اس وقت ارشاد نبوی ہوا۔ رَوَى فَدَاهُ۔ آلا تَزَلَّ يَا عُمَرُ۔ سے عمر اویسہ تھا ایسا ہی فرمایا یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ظاہر ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضرت ہبل بن عبد شمس کی رائے | حضرت ہبل بن عبد شمس رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے۔



کہ شخص نہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور حکومت کو تمام احوال میں  
 اپنے نفس پر تسلیم نہیں کرتا۔ اور مانتا نہیں اور اپنی جان کو آپ کی ملکیت  
 نہ نہیں کرتا۔ اس وقت تک کہ وہ سنت رسول کی شیرینی پاتا ہی نہیں یعنی آپ  
 نہ مالک سیرت سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ اس کی تائید غرضی سہارن لکھنے کے لفظوں  
 سے بھی ہوتی ہے۔ فَلَا وَرَیْبَ لَکَ لَا یُؤْمِنُونَ حَتّٰی تَحْکُمَ لَکَ فَمَا شَبَّحَ  
 بِکُمْ مَنۢ کَفَرَ لَا یُحِیۡدُ وَاَقِیۡ اَنْفُسُہُمۡ حَسَ حَآثِمَاتٍ قُتِلَتْ اَوْ یَسْلَمُوۡنَ اَسْلَمَ  
 اسے نبی کریم! آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ لوگ ایسا مار نہ ہونگے اس وقت تک  
 کہ آپ میں جو ماحولیات اور جھگڑے ہوتے ہیں ان میں آپ کو حکم اور فیصلہ  
 نہ بنائیں۔ پھر آپ نے جو تصفیہ فرمایا اس کو ٹھنڈے دل سے مان لیں اور  
 اپنے دل میں اس فیصلہ سے کسی قسم کی تنگی نہ پائیں۔

بیان مابقی سے آپ کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ آنحضرت سرور دو عالم حبیب  
 رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کس درجہ جہنی چاہیے کہ کمال  
 ایمان سلیئے اس کی کسی ضرورت ہے۔

شوق ملاقات بھی محبت کی علامت ہے محبت کی ایک علامت حقوق ملاقات بھی ہے کہ  
 انسان ہر دم اپنے محبوب سے ملنے کا متمنی اور آواز مند رہتا ہے اور اس کی  
 جدائی سے دردناک۔

ہم بعض مبین بارگاہ نبوت کے احوال سناتے ہیں جس سے معلوم  
 ہو گا کہ سلف کما مین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنے بھائی بندوں کا  
 مانہاں اور اپنی جانوں کے مقابلہ میں کد جیتی۔ اور اس کے بعد آپ اپنی  
 حالت کا بھی اندازہ کیجئے۔

آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت خدا کے شوق ملاقات کے

دو پہلو ہیں۔ ایک وہ جبکہ آپ اس عالم میں تشہیر فرماتے وہ سہرا وہ جبکہ آپ نے اس جہان سے پردہ فرمایا۔ حضور رحمة اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک اس عالم میں رونق افروز تھے صحابہ کی حالت پرواز کی ہی تھی ذرا دیر کی جدائی بھی ان پر شاق تھی۔

حضور نواں گاتوں ملاقات | حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آنحضرت کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے مستفید ہونے کے لئے زار و قطار روانے لگے جب شرف ملاقات نصیب ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ! تھوڑی دیر کی جدائی مجھے شاق گزر رہی ہے تو آؤت میں میرا کیا مال ہوگا۔ جبکہ آپ رفیق اعلیٰ سے ملینگے اور آپ کو مقام محمود غایت ہوگا اور ہم غلامان بارگاہ نبوت اپنے اسال کے لحاظ سے اپنی جگہ رہینگے۔ تو ارشاد ہوا آدمی اپنے محبوب کیساتھ ہوگا۔

ایک انصاری خاتون کی محبت | یہی تھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ غزوہ احد میں ایک انصاری عورت کے باپ اور بھائی اور شوہر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید میں جام شہادت نوش کئے اور یہ بات مشہور ہوئی کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہوئے۔ مشرکین اور منافقین اس خبر سے خوش تھے لیکن مسلمانوں کو اس سے بحد تشویش تھی۔ اُس انصاری بی بی کو جب اس کے شوہر اور باپ اور بھائی کے قتل کی متبر خبر پہنچی تو اس بی بی نے دریافت کیا مَا قَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ لوگوں نے کہا بھلا اللہ تم میرا جانتی ہو حضور بخیر و عافیت ہیں۔ آپ ان بی بی کو حضور کی خیریت کا تو اعظم ہو گیا مگر دل جو شوق دیدار سے بھر رہا تھا

اس کو تم ہی پہنچی کہنے لگیں اے میری سہیلی! طہر الہیہ! مجھے حضور کو کہادنا کر  
 اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں چنانچہ جب اس بی بی نے آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا: کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَکَ سَمَاءٌ! آپ کے ہوتے  
 تمام مصیبتیں آسان ہیں۔

یہ واقعات شوقِ اس عالم میں رونق افروز ہونے کے وقت کہے ہیں۔ اس  
 عالم میں جلوہ فرمائی کے بعد کے احوال بھی سن لیجئے۔

حضرت خالد بن سنان شوقِ ملاقات | عہدِ نبوت خاتم النبیین والدہاء برحمتہ من صنیان کا مال  
 بیان فرماتی ہیں کہ حضرت خالد جب بچپن میں پر آتے تو سوتے وقت بستر تک  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کبار و باجوین و انصار کے نام  
 لے لے کر اظہارِ شوق نہ کرتے اور انکی ملاقات و دیدار کی آرزو نہ کرتے اس وقت  
 تک آرام نہ فرماتے۔ بستر پر لیٹنے کے بعد بار بار فرماتے: هُوَ أَطْيَبُ مِنِّي وَكَفِيَّ  
 وَآلِيهِمْ يَحْيَى قَلْبِي طَالَ شَوْقِي إِلَيْهِمْ فَيَجْعَلُ رَبِّي قَبْضِي إِلَيْكَ  
 اصولِ دین پوچھتا رہی ہیں۔ اور فروع بہت دین پوچھتا رہی ہیں۔ یہ اول  
 انہیں کی طرف مائل ہے اور ان کی طرف میرا شوق بڑھ گیا ہے۔ پروردگار!  
 جلدی سے میری روح قبض کر کے اپنی رحمت محیطِ عالم لے (اور مجھے  
 اپنے احباب سے ملا دے) ان کلمات کو زبان سے دوہراتے دوہراتے  
 آپ سو جاتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین و صلی اللہ علیہ وسلم اللہ  
 و علی آلہ۔

ایک ضعیف کی محبت | زید بن اسلم ایک جلیل القدر فقیہ اور تابعی ہیں حضرت علی بن الخطاب  
 رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ زمانہ خلافت میں اپنی  
 عادت کے مطابق رات کو گھر سے نکلے اور شہر میں حفاظت کے لئے پھرنے لگتے

نواک مکان میں پانچ اون پایا۔ وہاں ایک ضیف الصبر لی جہنم جلاتی ہوئی  
 گیت گارہی تھیں علی و محمد علیہ السلام۔ صلی علیہ وسلم الطیبون  
 الاختیار۔ قَدْ كُنْتَ قَوْمًا مَبْجَا يَا لَا شُعَارٍ۔ يَا كَيْتَ شُعْرَى وَلَكُنَّا يَا  
 أَطْوَأَ۔ قَدْ تَجَمَّعَتْ وَجَدِيَّتِي الدَّارُ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر  
 ایک لوگ اکھٹے ہوئے۔ سے درود و سلام ہو۔ آپ پر پاک اور اچھے لوگ  
 درود و سلام پڑھیں۔ (یا رسول اللہ!) آپ نور انور کو عبادت کے لئے  
 کھڑے رہنے والے اور سحر کو دعائیں گریہ و زاری فرمانے والے تھے۔ موت  
 کا تو عجب حال ہے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دار جنت میں ہیں اپنے حبیب  
 کے ساتھ رہو گی۔

جب یہ آواز حضرت فاروق عظمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک  
 پہنچی تو آپ بیٹھ گئے۔ خود بھی ہجر رسول اور آپ کے اشتیاق و فراق میں  
 رونے لگے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت اس عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں میں  
 کچھ غل آگیا تھا جس کی وجہ سے آپ اس کو ہلا نہیں سکتے تھے۔ علاج کیا مگر  
 فائدہ نہ ہوا۔ آپ سے کسی نے کہا کہ آپ کو سب لوگوں میں جو زیادہ عزیز ہو  
 اور جس سے آپ کو بہت محبت ہو ان کو یاد کیجئے۔ اپنے محبوب کی یاد اور  
 اس کا نام لینے سے جو خوشی ہوگی اس کی وجہ سے پاؤں کا عارضہ جاتا رہیگا۔  
 یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زور سے یا حجل لا  
 کانہہ لگایا۔ لغو لگانا ہی تھا کہ پاؤں کھل گیا۔ اور غل جاتا رہا۔ اس سے  
 ظاہر ہے کہ ابن عمر کے پاس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص  
 محبوب تر نہ تھا۔ بلکہ ہر دم وہر لفظ آپ کا شوق دیدار میں نظر تھا۔ جب ہی تو

ایسی دردناک حالت میں بھی بے اختیار نام مبارک زبان پر آگیا نام آنا کیا  
 تھا کہ درد دُور ہو گیا۔ اور شفا حاصل ہو گئی  
 حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت جب  
 قریب آیا تو آپ کی بی بی بکال بیچ و غم فرمائیں وَاخْرُفَا۟ہُ کیا ہی غم کا موقع  
 ہے۔ عاشق رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا  
 وَاطْرَافَا۟ہُ کیا ہی غم کا موقع ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اَلْقَىٰ عَذَابَ الرَّحِیْبَةِ  
 مُحَمَّدًا وَتَحْبَبَہُ کُلُّ کُلِّہُمْ اپنے احباب سے ملاقات کر گئے۔ جو محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں۔ یعنی جب اپنے حقیقی دوستوں اور محبین  
 سے ملنے کا وقت قریب آ رہا ہے اور شبِ حیر صبح وصال سے سبیل ہو رہی  
 ہے تو غم کا کون سا موقع ہے یہ تو غم کا وقت ہے اس سے زیادہ غم کی اور کیا  
 ہو سکتی ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب جنگِ صفین  
 میں جامِ شہادت نوش فرمایا اور وفات ہونے لگی تو فرمایا اَلَاۤ اَنْ اَلْقٰی الرَّحِیْبَةَ  
 مُحَمَّدًا تَحْبَبَہُ۔ میں ابھی ابھی اپنے دوستوں سے ملو گا۔ پہلے محمد صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم سے پھر آپ کی جماعت صحابہ سے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خاتون نے حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہا سے فرمائش کی کہ ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف سے  
 پر وہ ہٹا دیں۔ چنانچہ ام المومنین نے پر وہ ہٹا دیا۔ وہ خاتون زیارتِ قبر مبارک  
 کے وقت اپنے فراق اور شوق میں اتار دیں کہ وہ دمِ کل گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اپنے والدین اور اپنی جانِ مال سے  
 زیادہ ہر نفع کے کئی پہلو ہیں۔ ایک انصاری صحابی کی خاتون کا واقعہ بھی

آپ نے سماعت فرمایا۔ جس میں اس مبارک خاتون نے اپنے باپ بھائی شوہر کے قتل کو اتنی اہمیت نہ دی جتنی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خیریت کو۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جب تبلیغ اسلام فرمائی اور مسلمان ہو بنولے مسلمان ہو چکے اور اسلام کی خوبیاں ان کے ذہن نشین ہو گئیں تو انکو آرزو ہوتی تھی کہ ان کے ماں باپ اور سارے قریب دار نیز دوست احباب سب کے سب مسلمان ہو جائیں اور دین اسلام میں شامل ہوں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اور آپ کے والد ابو قحافہ ابی سلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت صدیق کو اپنے والد ماجد کے مسلمان ہونے کی آرزو تھی۔

حضرت صدیق اکبر کی محبت | جسوقت حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان کے فرزند رشید حضرت ابو بکر صدیق کو ان کے واجب الاحترام والد کے مسلمان ہونے کی خوشخبری سنائی اور مبارکباد دی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ **وَالِدِي لَعَنَكَ يَا لِحَقٍّ لَا سَلَامَ آفِي طَالِبٍ كَانَ آخِرًا لِعَيْنِي مِنْ أَسْلَامِهِ**۔ اس ذات کی قسم ہر جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا۔ یقیناً ان کے اسلام سے زیادہ (آپ کے چچا) ابو طالب کے مسلمان ہونے سے مجھے زیادہ خوشی ہوگی اور اس سے میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی ہوں گی۔ اس آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

حضرت فاروق عظیم کی محبت | حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی سلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ سے

ہو کر رہے تھے۔ ان کو سیدنا حبیب الرحمن علیہ السلام نے خطاب کیا۔ آپ کا اسلام  
(میرے بچے) یہ خطاب کے مسلمان ہونے سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہے

یہ بھی اس لئے تھا کہ اگر خطاب یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد  
موجود ہو، اور اسلام قبول کرتے تو اس کی خوشی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو  
مہنتی ہوگی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا یقیناً حضرت عمر رضی اللہ  
عنہ کی خوشی سے زیادہ ہے۔ اللہ سبحانہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
یہ آرزو پوری کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش فرمادیا کہ حضرت  
عباس فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جلد سہم کی محبت | حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ آپ جلد صحابہ کی محبت کس وجہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کَانَ وَاللَّهِ  
أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَمْوَالِنَا وَأَوْلَادِنَا وَأَنَا نِسَاءً وَأُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ  
الْبَارِدِ عَلَى الْعُلَمَاءِ۔ خدا کی قسم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے  
نزدیک اپنے مال، متاع، اولاد، ماں باپ وغیرہ سے بھی زیادہ محبوب تھے۔  
اور پیاسے کے وقت ٹنڈے پانی سے جیسی محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ  
آپ سے محبت تھی۔ محبت ایک ذوق اور وجدانی کیفیت ہے اس کا اظہار الفاظ  
سے نہیں ہو سکتا۔ مگر حضرت شمسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بے نظیر طریقہ  
سے امر محسوس سے تشبیہ دیکر اس کیفیت وجدانی کو ظاہر فرمادیا کہ جب تشنگی  
غالب ہو اور میلن لٹو دوق۔ پانی کا پتہ نہ ہو تو جان کس عذاب میں  
رہتی ہے۔ اسی تکلیف کے وقت اگر کہیں ٹنڈا پانی مل جائے تو اس کی

قدر و قیمت پر پورا آدھی ہی ہمارے کسا ہے۔ حضرت شیر نواز رضی اللہ عنہ و اولاد  
 میرا اس لئے ہے۔ یہ پانی ہے جسے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ وسلم نے  
 سوا کے دل پر پڑھ کر اعلیٰ ہر شے سے اعلیٰ حالت میں رہا ہوا ہے۔ ایشیہ کی  
 ترقی و ترقی پر بھی ہے۔ اور آفرین کہ باریک تہوں سے تو دنیا و آخرت کی ہر شے  
 اور دنیا و آخرت کی ہر شے اور یہ کہ ہر شے میں اپنی روح و ہر شے اور ہر شے اور ہر شے  
 کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ وسلم کی ذات روح الارواح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

سنت عمر، العاص کا قول | حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَا كَانَ  
 أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَّةً نَزَّيَا  
 حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔  
 حضرت عمر بن الخطاب کا قول | حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول تو آپ صلی  
 ہیں لَا أَتَى أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ نَفْسِي - آپ یقیناً میرے نزدیک اپنی جان  
 سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

سلف الصالحین کی نسبت کے احوال تھے ایک ہم بھی ہیں کہ محبت کا دم  
 بھر تھے میں مگر صرف زبانی دعویٰ ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمارے قائل کر مال سے  
 بدلے اور ہم سب کو سچا جان شمار اور پکا مطلع و فرمانبردار بنائے آمین  
 ختم آمین۔

اگر یہ سلف الصالحین کے مراتب کہاں قائل ہو سکتے ہیں لیکن ہم ایک حدیث  
 شریف سناتے ہیں جو ہم دور افتادہ غامضین کے فخر و بہات کے لئے کافی ہے۔  
 تاخرین کیلئے بشارت | مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 کہ حضور رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - مَنْ آمَنَ أَتَى إِلَى حُبِّهَا  
 نَاسٌ يَكُونُ بَعْدِي يَوْمَ أَخْلَقُوا لَوْ تَرَانِي بِأَهْلِي وَمَالِي



مجھے سب سے زیادہ محبوب جاننے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے ان میں سے  
ایک ایک شخص اس امر کی آرزو کر گیا کہ اپنے اہل عیال و مال و متاع کے عوض  
مجھے دیکھ لیں۔

محبت کی کھلی نئی یاد رکھئے کہ محبت کی چند نشانیاں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
احکام کو پیروی اور نواہی سے باز رہنا۔ اور آپ کے آداب و اخلاق کو چراغ  
ہدایت بنانا۔ اور مائیکان اس کے اختیار کو نیکی کو شش کرنا۔ خیر و نیکوئی کی  
حالت ہو یا فساد و فتنہ کی۔ خوشی کا موقع ہو یا غم کا۔ کھانا کھائے ہوئے ہوں یا  
بھوکے۔ مقام فناء میں ہوں یا بقا میں۔ ہر حال میں آپ کی اتباع کرنی چاہیے  
ارشاد باری ہے۔ **كُلُّ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ**۔ اے نبی کریم!  
آپ اپنی امت مرحومہ سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری  
اتباع کرو۔ اتباع ہی ایک کوئی ہے جس سے محبت کی سچائی کا امتحان ہو سکتا  
ہے۔ وہ محبت کبھی سچی نہیں جو صرف زبان پر ہو اور اس کا اثر دل و باغ  
نہ پادوں۔ آنکھ۔ کان۔ وغیرہ پر نہ ہو۔ اگر یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول کے  
کے ہیں نہیں ہیں تو محبت کو بھی سلام ہے۔ ایسے لوگ صرف اپنی زبان سے  
محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کے پاس وہ محبت نہیں  
کہلاتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ محب اور محبوب قیامت میں ایک ساتھ رہیں گے۔  
اور ظاہر ہے کہ طاعت محبت کی علامت ہے۔

انہی میں سے راستہ کی ہدایت دے۔ راستہ ان لوگوں جن پر تو نے  
انعام کیا۔ اے پروردگار! ہمیں اپنی اور اپنے رسول کی محبت دے اور انکی  
اطاعت میں رکھ۔ اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھا۔

## فصل

سُحْرَةُ وَصَلَى عَلَى رَسُولِ الْكَوْبِيدِ اِمَّا هَذَا فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ اِنْ كَانَ  
 اَبَاؤُكُمْ كَذِبًا اَنْبَاءٌ حُكْمُكُمْ وَارْخُوا لَكُمْ دَارُكُمْ وَارْخُوا لَكُمْ دَارُكُمْ وَارْخُوا لَكُمْ  
 اَقْلَامُكُمْ فَتَمُوها وَنَحَارَةُ تَحْسُونَ سَادَةً هَا وَمَسَاكِينُ مِمَّنْ صَوْنًا اَحْتِ  
 اِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَرَحْمَتِهِ سَيَبْلُغُ فَنَزَعُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ  
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ - (اے نبی کریم! آپ فرادیکھئے اگر  
 تمہارے ماں باپ بیابانی - بھالی بند - بی بی یا شومہر کنبہ والے اور ہر قسم  
 جو تم نے مانا کیا ہے اور تجارت جسکے خراب ہونیکا اندیشہ ہے (یہ سب چیزیں)  
 تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب  
 ہوں تو اللہ کے حکم کے انیکا انتظار کرو۔ بدکار لوگوں کو اللہ سبازہ راہ راست  
 نہیں دکھاتا۔

صحابہ کرام کی محبت | حضرات اگدشتہ و قمل میں آپ کو حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ  
 کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد سنایا گیا ہے۔ کَانَ وَاللَّهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ

اسواری آؤ اور ادا دینا قاتل ہا سار مین الماء النار حلی اطاہار  
خدا کی قہر آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں اپنے مال اور مال میں اتنے  
بھی زیادہ محبوب تھے بلکہ لشکر کے وقت لکھنؤ اپنی جیسا محبوب ہوتا ہے اس  
جی زیادہ۔ یہ ارشاد بعینہ اس آیت کریمہ کا ترجمہ ہے۔ اور حدیث: لیس  
لکس یومینا آخذوا حقی آلکون آخذت الیسیر من تقسیمہ و قال الیسیر  
وذلكم دال الناس انحصارین بھی اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ لیکن آیت  
کریمہ میں شان جاہلیت ہے کہ اس میں مال متاع تجارت واکٹہ اور بہاد  
فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

عمومات عامہ میں ہوتے ہیں یا با زنا چاہیے کہ اللہ بھانہ اور اس کے رسول کی  
سے یحیر خواہی صبری صبریں ہو سکتی ہیں وہ چار قسم میں منقسم ہیں۔  
۱۔ قرابتداروں کی دوستی اور اپنا۔ جس کا میل جول آیت میں  
الفاظ "اناؤ کہ" "اساؤ کہ" "احواؤ کہ" "ازواؤ کہ" کا اشارہ ہے اور  
کی طرف ہے۔ اور غنیہ رنگہ سے وہ لگ مراد ہیں جو معاشرت میں تہ یک

بیر یعنی اپنا۔ نفس۔  
۲۔ مال کمو کہ وہ اپنی محنت اور کمائی کا ہونے کی وجہ سے نفس انکی مدلی  
کو نہیں چاہتا اور دل براس کی محبت غالب رہتی ہے اسی وجہ سے اس  
کی طرف دل ہمیشہ اہل رہتا ہے۔ اموال افاؤ کہمؤ ہا میں اسی طرف  
اشارہ ہے۔

۳۔ تجارت۔ ذیرہ کے ذریعہ مال حاصل کرنا شوق۔ یہ خیال بھی جب و انگیز  
ہوتا ہے تو انسان کو کسی کی محبت و الفت کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا تجارت و شوق  
حکما دھا کا ایسا اسی جانب ہے۔

۴۔ کائنات میں ہر جان و انسان کی بود و ماہش اور اس کی لمائی کی بنیاد پر ہوتی ہے  
یہ انسان کی کمال کی آخری غایت تھی کہ وہ اپنی کمالی زندگی میں جہاد کی شکل  
میں رکھنا چاہتا ہے تاکہ دوسرے اموال و اشیاء پر اگر کوئی آفت آگئی  
جاسے تو یہ محفوظ رہے اور رہنے پہنچنے کے لیے کوئی بربانی نہ ہو  
ارشاد باری تعالیٰ عز و جل میں مسئلہ کے متعلق لکھا ہے کہ اگر کوئی چیز  
جو انسان کو حق تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک کی محبت سے روکتی ہے تو اسے  
ان ضمنوں کے تحت سمجھنا ہے ایک ہی آیت کریمہ میں ترتیب کیساتھ بیان  
فرمایا ہے۔ سبحانہ ما اعظم شأنہ۔

صحابہ کرام کی اطاعت | مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت  
سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم  
اجمعین کو ہجرت کا حکم فرمایا تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ باپ مسلمان ہے  
تو اس کا بیٹا کافر کہیں بیٹا مسلمان ہے تو باپ کافر کہیں ایک بھائی  
مسلمان اور دوسرا کافر۔ زوج مسلمان تو شوہر کافر۔ بالکلیہ۔ اسی طرح  
ایک دوست مسلمان ہے تو دوسرا نہیں۔ الفرض ایسے سینکڑوں ہزاروں  
نظارے تھے۔ بقیل ارشاد مبارک بارگاہ رسالت جب صحابہ کرام مکہ مکرمہ سے  
مدینہ طیبہ چلے اور اپنے وطن مالوف اور سقراط اس کو خیر باد کہنے لگے تو غیر  
باپ اپنے مسلمان بیٹے کے پاس آتا تو بیٹا اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا  
تھا۔ ہر فرد مسلم کی اپنے لوگوں کے ساتھ ہی کیفیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں ایسی جاگزیں تھی کہ دوسری کسی چیز کی  
محبت کی اس میں گنجائش نہ تھی۔ اگر وہ لوگ ہجرت کے بعد اپنے مسلمان  
قرابتداروں کے پاس آتے تو یہ ان کو اپنے گھروں میں اتارتے اور ان کا

نفسہ وغیرہ ادا کرتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر انسان کی اپنی اپنی قدر و قیمت دی ہے۔  
 غیر مسلم قرائتِ اوروں یا دو تہذیبوں کے درمیان میں رہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے  
 لَا يَنْتَهِكَ لَكَ اللَّهُ مِنَ الدِّينِ آيَةٌ آيَةُ الْإِيمَانِ فِي الدِّينِ وَأَكْبَرُ مِنْكُمْ كَرَمًا  
 يَا رِجَالُ أَنْ تَبْذُرُوا دِينَكُمْ وَأَنْتُمْ تَحْسِبُونَ أَنَّكُمْ تَبْذُرُونَ دِينَكُمْ لَكُمْ دِينُكُمْ  
 جن لوگوں نے دین کے بارہ میں تم سے بڑا دین نہیں کی اور نہیں تمہارے  
 گھر میں سزا کا لیں دیا اللہ ان کے ساتھ ہے۔ ہر ایک کو اپنے اور انصافانہ برتاؤ کی  
 کی ممانعت نہیں کرتا ہے۔ انصاف کرنے والوں کو تو وہ دوست جانتا ہے البتہ  
 جن لوگوں نے تم سے دین کے بارہ میں لڑائی کی اور تمہیں اپنے گھر سے نکال دیا  
 ان کو اپنا ولی بنانے سے منع فرماتا ہے۔

حذیث شریف میں آیا ہے۔ اَعْتَبِرْتُمْ صَلَی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمْ یُزَلَّ  
 لَا یَطْعَمُ أَحَدُكُمْ طَعْمًا إِلَّا تَعْلَمَانِ سَمِعْتُ یُعِیْبُ فی اللہ فَمَنْ یُعِیْبُ  
 فی اللہ حَتَّى یُعِیْبَ فی اللہ أَعَدَّ النَّاسُ مِنْهُ قِیَاسًا فَمَنْ یُعِیْبُ فی اللہ أَعْرَبَ  
 النَّاسِ إِلَیْهِ۔ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ اس وقت تک نہیں پاتا  
 جب تک کہ اس کی محبت اور دشمنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے نہ ہو۔ قرابت کے اعتبار سے  
 اگر کوئی بہت نزدیک ہے لیکن وہ ایماندار نہیں ہے تو اس کو بنو غنیمت جانے اور  
 اگر کوئی قرابت میں دور ہو لیکن ایماندار ہو تو اس کو محبوب جانے۔

صحابہ کرام کی مثالیں اصحابہ کرام نے اپنی محبت و ایمان کامل کا ثبوت بطرح  
 پیش کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے تقابل میں اپنے باپ اور دیگر قرابتداروں  
 کو جہتِ جہاد اسکا حال صرف جنگ بدر کے واقعات سے ظاہر ہو سکتا ہے۔  
 ۱۔ امین الامۃ حضرت سیدنا ابوجبیر بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
 اپنے باپ جراح کو قتل کر دیا جو کفار کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں سے

جنگ کرنے کیلئے بڑے ہیں آئے تھے۔ یہ نمونہ ہے حق تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل  
 اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اور ان کے حکم کے آگے باپ کی نسبت کوئی  
 چیز نہیں۔

۲۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ بدر کے وقت  
 مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کافروں کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے  
 آئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے آپ نے ایک دن اپنے  
 احبابِ لاحقہ امہ باب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ بابا جان!  
 جنگ بدر میں ایک موقع ایسا آگیا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آپ کو ہلاک کر دیتا۔  
 لیکن محبتِ پدی نے اس کی اجازت نہ دی۔ یہ سنتے ہی حضرت صدیق  
 نے فرمایا۔ عبدالرحمن! تو میری زو میں آجاتا اور ایسا موقع مجھے ملتا تو بخلا  
 میں تجھ کو زندہ نہ چھوڑتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے حقیقی ماموں ابوہل کے  
 قتل میں شریک رہے اور اپنے ایمان کامل کا ثبوت دیا۔ اسی طرح حضرت  
 شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنے چچا ابولہب کو اسی غزوہ میں  
 قتل فرمایا۔ ان لوگوں نے جو کہ دین اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کے ساتھ انتہائی دشمنی سے کام لیا تھا۔ تو خود انہیں کے قراستداروں نے جن  
 کے قلوب نور ایمان سے منور تھے ان کے کیفر کردار کو پہنچایا۔ ان کامل الایمان صحابہ  
 کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اپنی قرابت اور قراستداروں  
 کی نسبت کچھ بھی اثر پیدا نہ کر سکی۔ یہ ہاجرن کے احوال تھے۔

انصار کی محبت کا حال | انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا جو ثبوت  
 دیا وہ واقعہ موافقت سے ظاہر ہے۔ کہ جب ہاجرن اور انصار میں بھائی چارہ

فام کی گیا اور ایک ایک ہاجر کو ایک ایک انصاف کی راہ دکھ کر یا کیا ہوا  
 بانی نے اپنے ہر کان اپنی جان دو۔ اپنے مال و متاع اور ہر ایک کی خواہش میں اپنے  
 دین بھائی کو برابر شریک بنالیا۔ یا تمام چیزوں کو نہ، غافل سے بانٹ دیا۔  
 اس سے کہ اگر کسی نے دو بی بی یا بی بیوں کو ان میں سے بہتر کو ملا کر  
 اپنے اپنے سے اپنے ہاجر بھائی سے نکال کر دیا۔

تقریباً ۱۱۰۰ سال پہلے آج کے صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قوانین بنائے۔  
 لیکن ان کے تقسیم و انصاف میں تو انصاف میں صبر نہ کیا اور نہ ہی ان کو جان و مال  
 میں شریک نہ اور نہ ہی ان کے تقسیم و انصاف میں ان کے ہر ایک سے حصہ دیا۔ کیونکہ  
 انصاف میں یہ بزرگوار بالکل محتاج تھے۔ اور یہ انصاف کے نفاذ کے غنیمت میں ہاجرین  
 کے حصہ لیتے ہو تو اپنے مال و متاع اور جائیدادوں میں اپنے اپنے ہاجر بھائی کو  
 سہیم و شریک بنالو۔ اور نصف نصف تقسیم کرو۔ یا اپنے یا مال اور جائیدادوں  
 کے ہر ایک میں ہی قابض رہو۔ اور غنیمت سے دست بردار ہو جاؤ۔

انصاف نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ ہم اپنی جائیداد اور مال و متاع کو  
 نصف نصف بانٹ دیتے ہیں اور غنیمت سے اپنی حصہ لیتے۔ بلکہ ساری  
 غنیمت ہمارے ہاجر بھائیوں کو تقسیم فرما دیجئے۔ اسی پر یہ آیت نازل  
 ہوئی وَالَّذِينَ تَبَرُّوا بِاللَّهِ وَالْإِيمَانِ مِنْ قَبْلِهِمْ لَا يَجِدُوا فِيكُمْ حَاجَةً مِمَّا  
 هَاجَرُوا وَلَا يَجِدُوا فِيكُمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا  
 وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ مدینہ طیبہ  
 جن کا پہلے سے ہی مکن ہے اور ایمان ان کے دلوں میں جائے گیر ہے  
 وہ ہجرت کو کے اپنی طرف آنی والوں کو محبوب جانتے ہیں۔ اور ہاجرین کو  
 کوئی چیز دیکھتے تو اپنے دل میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

اور تیار سے کام لیتے ہیں۔ اگرچہ انکو بھی شدید ضرورت ہو۔

اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میں کس طرح اپنے مال و متاع تجارت و معاملات، مکانات اور جائیدادوں کو آپ کے اور آپ کے اصحاب کے قدموں پر شمار کر دیا تھا اس کے بعد یہ غیبت آئی تو بغیر کسی پس پیش کے اس سے دست بردار ہوئے یہ ہے حقیقی قنیل آیت کریمہ کی کہ ان بزرگواروں کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ میں نہ ماں باپ کی محبت کوئی وقعت رکھتی تھی اور نہ زن و نذر زندگی نہ بھائی کی الفت غالب آسکتی تھی۔ نہ دوست آشنا کی۔ نہ مال و متاع ان کے قلوب پر کوئی کیا جاسکتا تھا۔ نہ تجارت و جائیداد وغیرہ۔

اگر ان بزرگواروں کے دلوں میں ماں باپ کی عظمت تھی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ بی بی بچے پیارے تھے تو اقبال امر نبوی کی خاطر۔ بھائی مندوں اور دوست آشناؤں سے تعلق و یارازہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بجا آوری میں۔ مال و دولت۔ تجارت و مملکت جائیداد و امکنہ کی تحویل اور غفلت و غفلت تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر لٹانے یا خدمت دین مستحقین کے حقوق کی ادائیگی و رخصت و معذوریں کی امداد وغیرہ کے لئے۔ اگلاصل ان سب تعلقات اور معاملات سے ان کی واحد غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی اطاعت و پیروی تھی اور بس۔ اور یہی نہیں بلکہ ان مقدس بزرگواروں کی نشست و برخاست، قول و فعل، حرکت و سکون، کھانا، پینا، سونا، جاکنا، وضع قلع، چال وصال، راہ و رسم، ادب و لحاظ، جملہ امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا نمونہ ہوتے تھے۔ یہی ایمان کامل کی نشانی ہے۔



اھرق تعالیٰ کی رضا اسی یہاں ہے۔

محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہر حال آیت کریمہ جو انمار نہ مل میں سنائی گئی اس میں  
محبت دین کہ بہتر صحیح ہے یہ بتلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت یا دین اسلام کے خلاف جو چیز معارض ہو تو وہ ماں باپ بھائی  
یا اولاد ہو۔ یا بھائی سہیلوں۔ یا بی بی یا شوہر۔ یا قرابتدار ہوں یا کوئی اور  
مال و دولت ہو۔ یا معاملات۔ مکانات ہوں یا جائداد۔ ان چیزوں کو دین  
پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر کسی طرح ترجیح نہیں۔ بلکہ دین  
اور آپ کی محبت کو ترجیح ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔

سنت نبوی کی محبت بھی جی جی ہے | محبت کی ایک علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کی سنت مبارکہ کی محبت ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ أَحَبَّ مُسْتَقْبِلِي هَذَا  
أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مُكَلَّفِي فِي الْجَنَّةِ۔ جس شخص نے میری  
سنت (یا میرے طریقہ) کو دوست جانا گویا اس نے مجھے دوست مانا۔ اور  
جس نے مجھے محبوب جانا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے وَمَنْ أَحَبَّنِي مُسْتَقْبِلِي۔ جس نے میری سنت کو  
زندہ کیا گویا اس نے مجھے دوست جانا۔ بہر حال سنت رسول کو دوست جانا  
اصل ہے اور آپ کی سنت مبارکہ کو جاری کرنا اس کی فرع اور نشانی  
جو شخص اس پر عامل ہوگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ  
جنت میں ہوگا۔ خداوند تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اسکی توفیق بخشے۔ آمین  
ثم آمین۔ اور جو شخص اس پر عامل نہیں بلکہ خلاف درزی کرتا ہے تو

اس کی محبت کامل نہیں۔

محبوب کی مادحہ علامت محبت ہے | محبت کی ایک علامت اپنے محبوب کی یاد میں رہنا ہے۔ دینی نے سدا فردوس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَن أَحَبَّ مُسْكًا أَكْتَرَ مِنْ دَكْرٍ۔ جو شخص کسی چیز کو محبوب جانتا ہے تو اس کو زیادہ یاد کرتا ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھے آپ کی ہدایت اور تعلیمات سے غافل نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہے۔

درود شریف کے مختصر احکام | تمام عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور صلوات علیہ کے موقع پر واجب اور نماز میں اور جب کبھی نام مبارک سنے تو درود شریف کا پڑھنا سنوں ہے۔ بشرطیکہ وہ مقام پبیدی یا سجاست کا نہ ہو۔ حرام نہ ہو۔ درود شریف پڑھنے والا جنابت کی حالت میں نہ ہو۔ ناک صاف کرنے یا کلمی کرنے کے وقت نہ پڑھے۔ درود شریف کے فضائل اور اسکے احکام و آداب سے تفصیل کے محتاج ہیں۔ اسی طرح احیاء سنت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی طریقہ کسی جگہ جاری نہ ہو تو اسکو جاری کرنا بھی فضیلت ہے اور آپ کی کسی سنت کو مٹانے یا مٹتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنے کی جو وعید ہے اس کی تفصیل بھی بہت ہے اس کے لئے بھی مفصل مضمون چاہیے اس وقت تو ہم اپنے بحث محیط رجوع کرتے ہیں۔

کسی کا ادراک کی تعلیم ہی علامت محبت ہے | محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر و عظمت شان اور رفعت و منزلت کو پیش نظر رکھے۔

آپ کا نام پاک نہایت ادب سے آہستہ آہستہ آپ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ جب آپ کا نام مبارک سنے تو تواضع و انکساری کا اظہار فرمایا۔ ذکر مبارک کی مجلس میں ادب سے بیٹھے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ شَاهِدًا وَهُوَ بَشَرٌ مِمَّنْ نَلْمُؤُنَا بِاللَّهِ دَرَسْتُمْ لَهُمْ وَتُعْزِزُونَ لَهُمُ** (اے نبی کریم!) ہم نے آپ کو (اپنی امت مرحومہ کا) گواہ اور (انگوشت کی) بشارت دینے والا اور (دوزخ کے عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور ان کی عزت و توقیر کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابو احنن تبیسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ پر ہم روزنامہ لکھ کر کے وقت صحابہ کا حال - رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک آجاتا تو ان کا سبب حال ہوتا۔ کبھی وہ حسرت و ید اور شوق وصال میں روتے اور کبھی تواضع و انکسار کا اظہار فرماتے اور کبھی ان کے بدن پر روکنے ٹھٹھکے ہو جاتے تھے۔ غرض ہر ایک بزرگ کی حالت اور ذاتی کیفیت کو مد نظر ہر ایک کا عجیب رنگ ہوتا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاهم عنا۔

محبوب کے مجربین و متبیین کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ آنحضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ہر ایک کو جس جس کی محبت تھی ہم بھی ان کو محبوب جانیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی و اتباع میں ان سے بھی ملی محبت رکھیں۔ مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے جو بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث شریفہ میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات سبطین برین سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد فرمایا: **أَلَمْ تَرَ**

اِحِبُّوا حَبِيْبَهُمَا اَلْبِیُّ اِنْجَحَّ یَہ دُنُوں مَحْبُوْب ہِی۔ تُو بھِی اِن کو مَحْبُوْب  
 بَان۔ لہٰذا ہمارے لئے بھی جناب حسنین سید اشباب اہل الجنتہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما کی محبت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عین ایمان  
 ہے۔ بھر بھی پاپا۔ یعنی کہ اس محبت میں آپ کے اشتریک حال ہوں کیونکہ  
 ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے  
 مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ۔ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ۔  
 جس نے ان دونوں کو دوست رکھا اس نے مجھے محبوب جانا اور جس نے مجھے  
 محبوب جانا اللہ کو اپنا محبوب بنا لیا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں وارو ہے۔ مَنْ اَحَبَّ هَذَیْنِ  
 وَ اَنَا لُحْمَا وَاَنْفُکَ مَا کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ۔ جس نے ان دونوں  
 یعنی امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اور ان کے ماں باپ کو  
 یعنی حضرت علی مرتضیٰ و سیدتنا فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوست جانا وہ میرے  
 ساتھ جنت میں رہیگا۔ دعا ہے کہ ہم کو ایسی ہی توفیق ہو اور ہمارا حشر  
 اس محبت کے طفیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو۔ آمین  
 ثم آمین۔

اسی طرح محبت ال بیت کرام و ازواج مطہرات اور انکا ادب ہر حال  
 میں لازم ہے۔ یہاں تک کہ دودمان مصطفویٰ اور خاندان مرتضوی سے  
 جن کو نسبت قرابت یا رشتہ سببی حاصل ہو، ان کی محبت بھی ضروری ہے اگر  
 ان کا کوئی کام خلاف شریعت ہو اور جن میں کوئی عمل ہو تو اس لحاظ سے کہ انکا یہ کام طاف امر  
 شرع شریف ہے۔ اس کام سے ناراضی کا اظہار کرنا چاہیے۔ لیکن دعا  
 کرنی چاہیے کہ حق تعالیٰ ان سے وہ کام چھڑا دے۔

ایک مال آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سلطنت کیساتھ کسی نوبت پر اپنا دوستی اور وفاداری کا ثبوت دیتا ہے تو ایسے شخص کو سلطنت کی جانب سے خطاب منصب جاگیر عنایت ہوتی ہے اور یہ سرفرازیں اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل باقی رہتی ہیں۔ اگرچہ اس کی اولاد میں وہ تمام اوصاف جو اس کے مورث اعلیٰ میں سمے موجود نہیں ہوتے۔ یہ دنیا کے بادشاہوں کے ذیل نوال اور ذمیوی سلطنت میں کیا۔ اس لیے جو حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک بالکل بے مقدار چیز ہے۔ پس تبتلایے کہ اللہ سبحانہ کے پاس بے پیر کی کمی ہے اور اس کے فضل و کرم کا کیا ٹھکانا ہے۔ جس مقدس وجود نے بجائے بت پرستی یا خود پرستی کے خدا پرستی پھیلادی۔ جس کرامی ذات نے عالم اور اہل عالم کو اندھیری سے روشنی میں اور گمراہی سے ہدایت کی طرف سے پہنچایا۔ ان کی اولاد امجاد کیا اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ نبی ہمدردانہ برتاؤ کیا جائے؟ حاشا وکلا۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا حَتَّىٰ تَخْرُجُوا إِلَىٰ الْيَوْمِ**۔ اے نبیوں کی قوم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ** میں تمہاری طرح کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔

محو کے ساتھیوں سے محبت لازم ہے۔ اولاد امجاد کو تو شرف بزرگوں سے حاصل ہے۔ اللہ سبحانہ نے جن بزرگواروں کو شرف صحبت عطا فرمایا ہے کوئی شخص ان کے مراتب کو بھی تو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی وجہ سے مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے بھی محبت رکھنی ایمان کی نشان ہے۔ دین متین جو ہم تک پہنچا ہے ان تلمذی صفات برگوں کی وساطت ہی سے پہنچا ہے انہیں حضرات نے دین اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

چارہ انگہ عالم میں پہنچا دیا۔ بڑے بڑے مشہور اور مقدس بلاد اسلامیہ  
 ان میں بزرگواروں کے دم قدم کی برکت سے مفتوح ہوئے اور ان میں  
 توحید کی صدا بھیلی۔

حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ  
 ﷻ اَنْتَ الْغَنِيُّ لَا تَحْتَاجُ اَنْ يَخْلُقَ لَكَ غَيْرَ صَاحِبِ عِدَّةٍ فَمَنْ اَحْبَبَهُمْ  
 فَيُحِبِّيْ اَحْبَبْتَهُمْ۔ (سلمان) میرے ساتھیوں کے بارہ  
 میں اللہ سے ڈرو اور خوف کرو۔ میرے بعد ان کو نشانہ (علامت) نہ بناؤ  
 جس کے انہیں دوست جانا۔ وہ مجھے محبوب بنائے کیوجہ سے ہی جانا۔ یہ  
 ۱۰ بیش تر مذی شریف میں ہے۔

۱۱۔ اس کی محبت بھی علامت (ایمان) صحیحین میں وار ہے۔ آیۃ الْاِيْمَانِ  
 مَحَبَّةُ الْاَنْصَارِ۔ انصار کی محبت شمال ایمان کی علامت ہے۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین سے تھے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا  
 لَوْ لَا الْيَهُودُ لَكُنْتُ اَهْلًا مَّا قَيْنَ الْاَنْصَارِ۔ اگر یہود نہ ہوتا تو میں  
 مجھے حاصل نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اس سے  
 ثابت ہے کہ مہاجرین کی منزلت انصار سے زیادہ ہے جب انصار کی  
 محبت ایمان کی علامت ہے تو مہاجرین کی محبت عین ایمان ہے۔

عرب کی محبت بھی علامت ایمان ہے | مہاجرین و انصار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم صحیحین  
 کی شان تو نہایت عالی ہے۔ متذکر حاکم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَحَبَّةُ  
 الْعَرَبِ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ عربوں کی محبت بھی ایمان ہے اور حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے مَنْ اَحَبَّ الْعَرَبَ

فَصَحْنِي أَحْتَقِدْ سِيسَ نِي دِلِيں کو محبوب جاننا اس نے میری بہت  
ہی کیونکہ سے الہ کو محبوب جاننا۔

محبوب کی مرغوب طبع نیز کی | حقیقت یہ ہے کہ عرب بھی بہت بڑی چیز میں  
محببت کا تقاضا تو یہ ہے کہ محبوب کو جو چیز

پسند ہو اس سے بھی محبت کی جائے۔ اس بارہ میں آپ سلف  
صالحین کے احوال سننے کے تو آپ کو واقعات کی اطلاع ہوگی۔ یہ  
افسانہ نہیں ہے۔ یہ حالات اور نفس الامری واقعات ہیں۔

بزرگان دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے متبعین نے  
جب معلوم کر لیا کہ فلاں شخص اپنے محبوب کی چاہتی ہے تو لگے اس  
کو بچے چاہئے۔ طبیعت کا اقتضا و جن چیزوں سے متعلق معلوم ہوتا اور  
جن کاموں کا کرنا شرعاً مباح ثابت ہوتا سلف صالحین اس میں بھی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ اور ان  
چیزوں کو دل و جان سے ادا کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے۔

حضرت انس کا واقعہ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا  
کہ کدو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرغوب خاطر اقدس ہے  
اور آپ کمال رغبت کے باعث برتن کے اطراف سے ٹٹول کر لیتے ہیں تو اس  
روز سے خود بھی کدو کے چاہنے والے بن گئے۔ اور ٹٹول ٹٹول کر کھایا کرتے

چنانچہ ایک روایت آپ سے مروی ہے کہ جب کبھی کوئی سالن پکا یا  
جاتا اور اس وقت کدو مل سکتا تو آپ اس میں کدو ضرور ڈالتے تھے۔

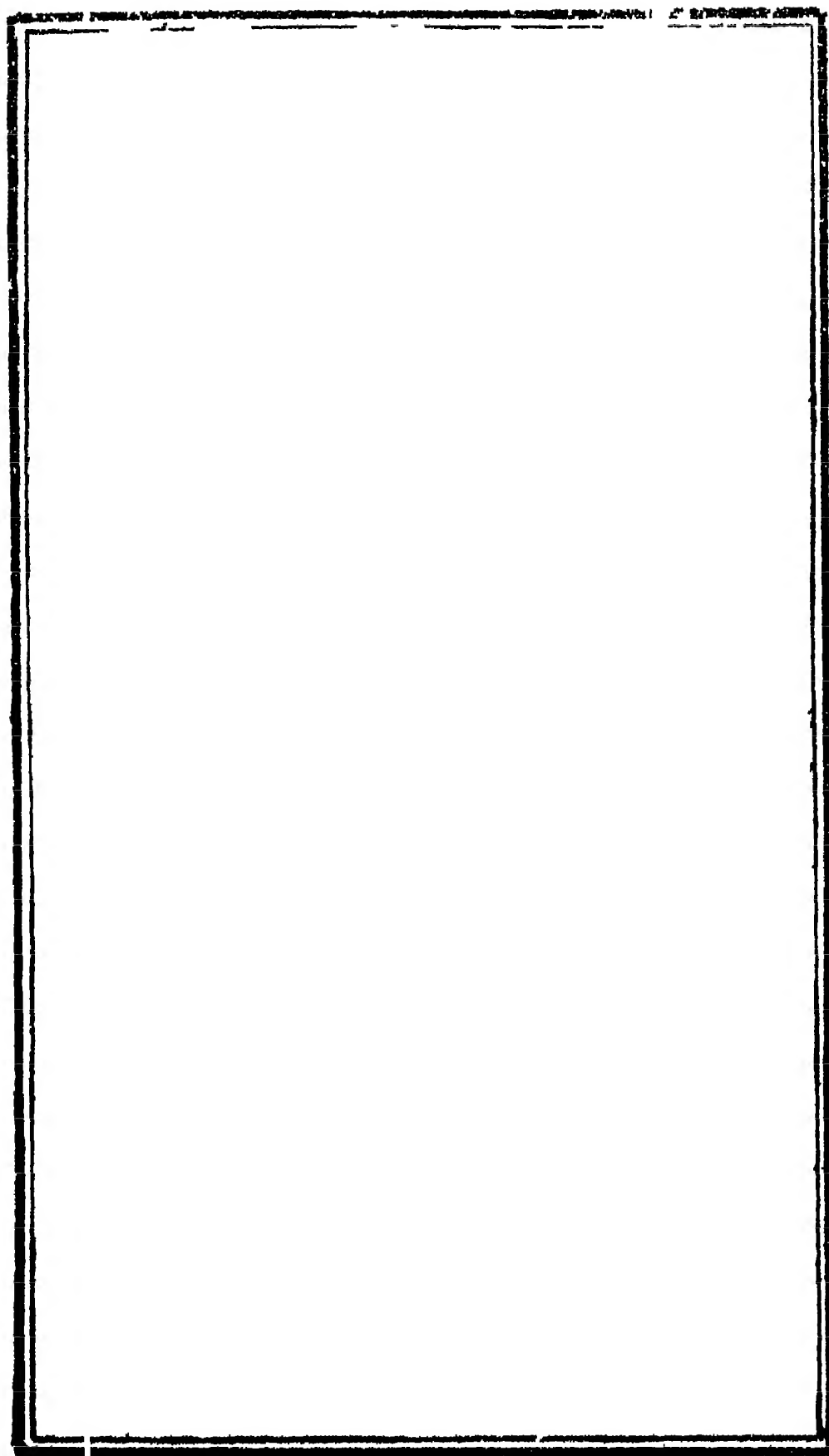
امام حسن رضی اللہ عنہ کی محبت | اشکال ترمذی میں ہے کہ امام حسن حضرت سیدنا امام حسن  
اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہ تینوں حضرات ملکر حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حجاز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشیں تشریف لائے اور فرمائش کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھانا پسند خاطر تھا وہ تیار کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ آج وہ کھانا آپ کے مرغوب طبع نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم سے پروردگار نے ہوئے تیسری بار سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ کسریٰ و قیصر اور مالکِ جمع کے خزانے اس وقت تک مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے۔ اور زمانہ کی حالت بدل گئی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو خیال ہوا کہ اس زمانہ کا یہ سادہ کھانا اب کیوں پندارنے لگا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر بھی سی فرمایا کہ نہیں اسی کو بچاؤ۔ کیونکہ ان حضرات کو مرد اور ذالقاتہ تو مقصود تھا وہ چاشنیِ محبت کے دلدلہ تھے۔ وہ ضعیفہ خلیں اور جو کو پیکر اس کا آٹا ایک ہانڈی میں ڈالا اسپر کچھ زمیون کا تیل بھی ڈال دیا پھر کالی مرچ اور کچھ مصالح پیکر یہ سب پیش کر دیا۔ اور عرض کی کہ یہ چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرغوب خاطر تھی۔

اب عمر کی محبت صحیحین میں وارد ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اعلیٰین بہتے تو اسی وضع کی پہنتے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔ ڈاڑھی کا خضاب کرتے تو ہندی کا خضاب کرتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ سارے اسلاف کے کارنامے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تتبع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک ہم بھی ہیں کہ محبت کا دعویٰ دعویٰ ہوا آپ کے احکام کی تعمیل سے جی جراتے ہیں۔ اللہ پاک توفیق دے اور سچی محبت اور ایمان کامل غایت فرمائے۔ آمین۔





# فصل

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَى  
 رَحْمَتِهِ فَاَتَوْهَا تَوْبَةً بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ  
 وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا اَبَاءَهُمْ اَوْ اَبْنَاءَهُمْ اَوْ اَحْوَالَهُمْ اَوْ عَشِيرَتَهُمْ  
 (اے نبی کریم!) جو لوگ اللہ سبحانہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں انہیں سے  
 آپ کسی قوم کو ایسی نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کا خلاف کر نیوالوں کو دوست  
 جانتے ہوں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے بھائی یا قبیلہ والے ہوں۔

آپ کے دشمن سے دشمنی بھی | حضرات! گذشتہ فصلوں میں آپ محبت  
 علامت محبت ہے۔ | کی چند نشانیاں سماعت فرما چکے ہیں ان کے

منجملہ ایک نشانی یہ بھی تھی کہ اللہ اور اس کے رسول جس چیز کو دوست  
 جانتے ہیں انکی دوستی کرنی یا ان سے محبت رکھنا بھی علامت محبت رسول کریم  
 علیہ افضل الصلوٰۃ و اتم التسليم ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اسکا دوسرا پہلو

بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا خلافت کرتے ہیں اور انکی مخالفت میں کفر باندھی ہے چونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔ لہذا ان سے دوستی کرنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایسے لوگوں کا خلاف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں اور ان سے بغض رکھنا یعنی ایسے لوگوں کو دہل سے ہیرا مٹانا اور ظاہر ان سے دور رہنا ہی علامت محبت ہے۔ اس موقع پر بھی کسی قرابت وغیرہ کا لحاظ نہیں۔ اہل قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اصل قرابت حضرت باری تعالیٰ شانہ کی ہے اس کے سوا جتنے رشتے ہیں وہ اللہ جانہ اور اس کے برگزیہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے ہیں۔ جس نے اپنے رشتہ کو اللہ اور اس کے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت رکھا وہ اسلامی راہی اور اخوت میں شامل رہا۔ اس کے وہی حقوق و آداب ہیں جو اپنے ایک بھائی کے ہوتے ہیں۔ لیکن جس بے نصیب نے اصل رشتہ کو باقی نہ رکھا تو اس کے دوسرے رشتوں کا کیا بھٹکانہ۔ اگرچہ کسی شخص کا باپ موجود ہے اور بیٹا بھی ہے۔ بھائی بھی موجود ہیں اور سارے قبیلہ والے۔ لیکن اگر اللہ اور اس کے رسول سے دوستی نہیں وہ ان کا دشمن ہے تو اس صورت میں نہ تو باپ کا محبت کرنا اس کے لئے جائز ہو سکتا ہے اور نہ بچے اس کے قبضہ میں دئے جاسکتے ہیں۔ جب باپ اور بیٹے کا یہ حال ہے تو پھر بھائی بند اور قریب داروں کی قرابت کا کیا ذکر۔ ایسی حالت میں اگر ان رشتہ داروں میں سے کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کفر باندھے ہوئے ہے تو اس سے بغض اور دشمنی واجب ہے ان قریبوں اور رشتہ کا

## کوئی بنا نہیں۔ چند اکابر صحابہ کی مثالیں

سنت میں اللہ کی مثال | آپ سن چکے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احد میں اپنے والد جراح کو قتل کر دیا تھا۔

حضرت سید اکبر کی مثال | جنگ بدر میں عبدالرحمن بن ابوبکر کافروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ کو آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ متوالہ کے لئے اٹھے۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پیٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ اس لئے خاموش ہو رہے۔

حضرت صدیقؓ کی دوسری مثال | ایک اقداسی سلسلہ میں او بھی ہے جس کی آپ سن چکے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی۔ بابا جان! جنگ بدر میں آپ ایک وقت میری زو میں آگئے تھے میں نے پوری محبت سے آپکو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ وا اللہ اگر تو میری زو میں آتا تو تجھے زندہ نہ چھوڑتا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مثال | حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے غزوہ احد میں آیا تھا۔

حضرت عمرؓ کی مثال | حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام کو مار ڈالا تھا۔

حضرت شیر خداؓ کی مثال | حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے کفار و منافقین کو تلواریں گھاٹ پہنچایا۔ دیو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں نے بھی سطح اپنے قبیلہ والوں میں سے ان لوگوں کی کوئی رعایت نہیں کی جو حضورؐ

کے مخالف تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ سب سے  
نے جو فرمایا ہے "کوئی مومن ایسا نہ ہو گا جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں  
سے دوستی رکھتا ہو۔ اگرچہ وہ ان کے باپ والا بیٹے بھائی قبیلہ والے ہوں"  
اس سے ہی ترکوار مراد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی روئے کا منافع تھا۔ اُس نے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی بخاری  
شریف میں روایت ہے کہ اسی نے کہا تھا۔ لَيْسَ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ  
لِلْخَيْبَةِ اَلَا عَشْرٌ مِنْهَا اِلَّا ذَلَالٌ۔ اگر ہم مدینہ کو لوٹنے کے تو ذلیل ترین  
شخص کو عزت والا وہاں سے ضرور نکال دیگا۔ اس عدو اللہ کی مراد  
آئینہ سے خود اور آؤں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک  
ذات تھی۔ صحابہ کرام کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے قتل کی ٹھان لی۔ اس  
موقعہ پر عبداللہ بن عبداللہ جو اس عدو اللہ سے نسبت فرزند رکھتے تھے  
بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے معلوم ہوا ہے  
کہ آپ عبداللہ بن ابی کو اس کی گستاخانہ گفتگو کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں  
اگر یہ صحیح ہے تو مجھے حکم دیجئے میں ابھی اس کا سر حاضر خدمت کرتا ہوں۔  
خدا کی قسم! قبیلہ خزرج کو معلوم ہے کہ اس قبیلہ میں مجھ سے زیادہ کوئی  
شخص اپنے والدین کا تابع فرمان نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں آپ کسی  
اور شخص کو اس کے قتل کا حکم دیجئے تو اپنے باپ کے قاتل کو زمین پر چلتا ہوا  
مجھ سے دیکھا جائیگا۔ اگر اس کو قتل کروں تو صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ میں  
نے گویا ایک کافر کے بدلے میں کسی مسلمان کا خون کیا۔ اسی حالت میں میری  
سزا جہنم ہوگی (پس بہتر یہی ہے کہ تمہیں کو اس کے قتل کا حکم دیجئے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے ہوش ایمان کو دیکھ کر فرمایا اَلَمْ یَکُنْ عِندَکُمْ دُخَانٌ مِّنْ لَّدُنَّکُمْ اَوْ لَدُنْ اٰیٰتِکُمْ اَمْ لَکُمْ اٰیٰتٌ مِّنْ دُونِ ذٰلِکَ (ہم اس کو قتل کرنا نہیں چاہتے) بلکہ اُس کے ساتھ زنی اور رقت کا برتاؤ کرینگے اور وہ جب تک ہمارے ساتھ رہے محبت کا حق بھی طرح ادا کرینگے۔

حضرت بابا یحییٰ معنی ہیں نبض نبض کے کہ اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبض ہوا اس کے ساتھ نبض کرنا۔ اگرچہ وہ باپ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ حضرت ابوسریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے ان سے احادیث کی روایت درائی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن پاک کی محبت نبی انصرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک کی محبت کی علامت ہے نشان قرآن پاک کی محبت کہ جس کے ذریعہ منظور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافرانوں کو نور ہدایت بتلایا اور مارے عالم کے نفوس بلکہ قلوب و ارواح کی تہذیب دی اور خود ذات قدسی صفات اس کے افلاک سے متعلق تھے۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیت کریمہ وَلَقَدْ عَلَّمْنَا خَلْقَ عَظِیْمٍ کی تفسیر فرماتی ہیں۔ کَانَ مَخْلُوْقًا الْقُرْآنَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق قرآن پاک کا نمونہ تھے یعنی جو اوامر قرآن پاک میں وارد ہیں آپ کی ذات مبارک اُنکی پابند اور مستعدہ نواہی اس میں مذکور ہیں آپ کی ذات اس سے بری تھی۔ جو آداب

آپیں تبارک کے لئے اور جن مکان میں تلاوت کا اہم ذکر ہے وہ ہاتھ دانت  
 اقدس میں جمع نہ تھے مثلاً اللہ پاک کا ارشاد ہے حَذِّ الْعُقُوفَ وَأَعْمُرُوا بِلَايَتِهِ  
 وَآخِرُهَا عَنِ الْإِهْلَانِ۔۔۔ اے نبی کریم! آپ صنف عنقریب اختیار فرمائیے  
 اور اجمعی بات کا حکم دیجئے۔ اور ادا ان لوگوں کی باتوں پر اتقاف۔ تہذیب  
 یا اور اس قسم کے احکام مقتدر بھی تھے وہ ذات والا میں فطرۃ موجود تھے  
 اسی وجہ سے تو آپ نے فرمایا اَذْبِي رُفْيَ دَاخِلَ تَاوِيلِي یہ دوسرے بھی  
 مجھے ادب سکھایا اور خوب ادب سکھایا۔

فراں پاک کی محنت کا مطلب حضرات! اس موقع پر ہم پھر عرض کریں گے کہ قرآن  
 پاک کی محبت یہ ہے کہ آپ اسکو ایک پاک کھانہ اور قیمتی خوشنما  
 کپڑے میں لپیٹ کر طاق میں رکھ دیجئے۔ یا اسکو بوسہ دیکے آنکھوں سے  
 لگائیے اور بس یہ تعلیم اور محبت صرف مصحف شریف کی ہے جو مجسم  
 آپ کے پاس موجود ہے یہ بھی کہیے۔ لیکن اس کے ساتھ اصل قرآن مجید کی  
 محبت بھی ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ اس کی تلاوت روزانہ فرمایا کیجئے۔ زیادہ  
 نہیں تو تھوڑی سی۔ روزانہ دو چار آیت ہی پڑھ لیا کیجئے۔ فقہائے کرام  
 رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصبیح فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص سال میں ایک بار  
 بھی قرآن شریف ختم کر لیتا ہے تو وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں میں  
 شمار کیا جائیگا۔ تارک تلاوت نہ ہوگا۔ مگر چاہیے کہ روزانہ پڑھے۔ غور سے  
 پڑھے۔ اس میں دل لگائے۔ اگر اس کا مطلب معلوم نہیں ہوتا تو کسی عالم  
 سے پوچھے۔ اطمینان سے پڑھے۔ جو جو نصیحتیں اس میں لکھی ہیں  
 جو حقے اس میں بیان ہوئے ہیں۔ جو وعدے اور وعید اس میں وارد  
 ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے احوال اور ان کے دشمنوں کا

اشجام جہا میں مذکور ہے اسکو پیش نظر رکھے اپنے کو ادا امر کا پابند بنا۔ یہ  
اور نواہی سے بچتا رہے۔ یہ ہے محبت قرآن اور یہ ہے علامت آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی۔ کیونکہ یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کو محبوب تھیں آپ کے امتیوں میں سے جو شخص ان امور کو  
محبوب و مانگا اور اس لئے محبوب جانے لگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کی محبوب چیزیں ہیں تو یقیناً اسکا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
محبین میں ہوگا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا مصلد | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں  
محبت قرآن کے بارے میں۔ أَنْتَ أَخَذْتَ عَنْ نَبِيِّهِ إِلَّا الْعِلْمَ فَإِنْ كَانَ  
يَحْتَاقُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ کوئی ایسے شخص ہے قرآن کے سوا  
اور کسی چیز کا سوال و مطالبہ نہ کرے۔ اگر وہ قرآن کو محبوب جانتا ہے تو وہ  
اللہ اور اس کے رسول کو بھی محبوب جانتا ہے

سبحان اللہ! کیا اچھی بات فرمائی اور چھوٹے چھوٹے الفاظ میں کیا  
بہترین فیصلہ فرما دیا کہ ہر شخص کا نفس دعویٰ تو بہت کرتا ہے کہ میں انسان کو  
جیسا کہ تمہارے دعویٰ کی کوئی دلیل بھی طلب کرے۔ فرض سمجھئے کہ کوئی شخص اللہ  
اور اس کے رسول کی محبت کا مدعی ہے تو اس سے اور کسی قسم کی دلیل طلب  
کر نیکی حاجت نہیں۔ صرف قرآن پاک کی بابت اس سے دریافت کرنا چاہیے  
کہ اسکو اس کے ساتھ کتنا لگاؤ اور تعلق ہے۔ قرآن پاک ہی ایک میزان  
عمل ہے کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کے دعویٰ کی صحت اور اس کی قدر و قیمت  
کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ اس میں پورا ہے تو یقیناً وہ اللہ اور اس کے  
برگزیدہ رسول حضرت پیدائش میں جب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت



رکھنے والا ہے۔ اور بالضرورت اس کے ساتھ اللہ اور اس کے پیارے  
 رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبت ہے۔ جب ہی تو اسکو قرآن پر  
 محبت کی توفیق ہوئی اور اس میں بس قدر کمی ہے اسی قدر محبت نام تمام  
 سبب کی ایک ضرب بالمثل ہے۔ مَا آتَيْنَاكَ الْغَوْفَىٰ وَمَا آتَيْنَاكَ الْمَعْنَىٰ  
 (زبانی اور نظمی) دعویٰ تو بہت آسان ہے لیکن انکے معنی کس قدر مشکل

میں۔ خداوند نسانی اس مشکل کو آسان فرمائے آمین ثم آمین  
 اللہ وہ کی محبت بھی آسرتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی ایک  
 کی محبت کی اتالی ہے

انسانی آپ کی امت مرحومہ کی محبت اور ان  
 کے ساتھ شفقت و مہربانی کا برتاؤ ہے۔ اس مشیت سے کہ آپ کو انہی  
 امت مرحومہ بہت یاری اور محبوب بنی۔ اس کی خاطر آپ نے اپنی  
 ذات قدسی صفا پر طرح طرح کی سختیاں برداشت فرمائیں۔ ایذاؤں  
 پر ایذا نہیں پہنچنے پر بھی صبر فرمایا۔ انتقام کے موقع پر انکے لئے دعا فرمائی۔  
 ہر موقع پر ان کے دینی و دنیوی اور اخروی مصالح کو پیش نظر رکھا۔ اور  
 مناسب ہدایات فرمائیں۔ قوم پستی اور ہلاکت کی طرف مائل تھی آپ نے  
 اسکو عروج پر پہنچایا۔ اور حیات جاوید بخشی۔ اپنی امت مرحومہ کی خیر خواہی  
 میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ فرمایا۔

امت مرحومہ کے ساتھ آنحضرت کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات  
 یوں تو سارے عالم اور عالمیان کیلئے آیہ رحمت تھی اور سب اسی خوانِ کرم سے  
 مستفید ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ اور آپ کی غایت بعثت بھی اسی ہے جیسا کہ  
 ارشاد ہے۔ وَمَا آتَيْنَاكَ إِلَّا مَخَصَصًا لِلْعَالَمِينَ آپ کی شفقت و رحمت  
 خصوصاً امت مرحومہ کے ساتھ اس درجہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے آنحضرت صلعم کو

رَدِّفُ اَنْدَحِيْمُوْكَ مَبَارَكٌ ۞ ہمارے سے یاد فرما! ہے۔ خود تیرا اسی سبب  
 امانت میں شامل ہیں۔ پوری ایت میں لیجئے۔ لَقَدْ اَنۡبَاۡنَاكَ سَمۡوٰلُ  
 قٰنَ اَنۡفُسِکَ تَحۡمِلُ اِیۡنَ عَلَیۡکَ مَا عٰدَیۡتُہٗ سَعۡیۡلِیۡنَ حٰلَہٗ مَکَّہُ بِالۡمَوۡدِ سَیۡنَ  
 رَوۡفِیۡ سَمۡحِیۡمُ۔ یعنی اقم میں سے ایک رسول تو ہمارے پاس آئے ہیں  
 جن پر تمہاری نافرمانی شاق گزرتی ہے۔ تمہاری اصلاح کی ان اکبریا میں  
 ہے۔ مومنوں پر تو وہ بڑے شفیق و مہربان ہیں۔ سَمۡوٰلُ اَرۡرَحٰمُ  
 جو اللہ سجاد کے اسماء میں یہ دو نام اس آیت کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کی شان میں درو ہیں۔ اس سے آپ کی شفقت و رحمت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو  
 آپ کو اپنی امت مرحومہ کے ساتھ تھی۔

میں بارگاہ رسالت کا فرض | اس لحاظ سے مجین بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا  
 فرض ہے کہ وہ بھی آپ کی امت مرحومہ کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھیں اور جن سبب  
 سے جس وجہ کی خیر خواہی متعلق ہے اس میں کوتاہی نہ کریں۔ حدیث شریفہ  
 میں وارد ہے۔ اَلَّذِیۡنَ اَنۡصَحُوۡا لِمَا بَیۡنَہُمَا وَبَیۡنَہُمَا وَبَیۡنَہُمَا وَبَیۡنَہُمَا  
 دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے اس کو شکریہ یافت فرمایا یہ خیر خواہی  
 کس کی خاطر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ  
 وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ اللہ کی خاطر۔ اور اس کے رسول کی خاطر اور تمام ایماندار لوگوں  
 کی خاطر۔

ابک شال | یہ امر مسلم ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی خیر خواہی کرتا ہے اور پھر  
 اس کی فطرت و طبیعت میں داخل ہے۔ اگر تقاضائے محبت اور پدری شفقت  
 کی وجہ سے اپنے بیٹے کی خیر خواہی کرے تو یہ امر مجرا نہیں۔ انہی بھی حقوق و ملا  
 کی ادائی ہو رہی ہے۔ لیکن یہ خیر خواہی محدود ہے اگر اس کے ساتھ خیال

بھی کیا جائے کہ میرا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خدمت میں  
 شامل ہے جو آئندہ رہے۔ یہ لڑکا اس زمانہ میں پیدا ہوا کہ اس نے اپنے والدین سے  
 میرے زائید میں پیدا ہوا ہے اس نیا (پیشہ) نظر رکھ کر اس کی خدمت میں  
 اور کئی ترسیل کی کہ اس کی جگہ تو اس کے ساتھ ہے کہ اس کی جگہ پر اس کی  
 اس کی فرائض پر مشتمل ہوگا۔ اس کی اولاد میں اس کی اولاد کی نصیبیت  
 اس کی اولاد کی نصیبیت ہے۔ اس کی اولاد کے سوا دوسری اس کے  
 اس کی اصلاح کا مال ہے۔ اس کی اولاد کے سوا دوسری اس کے  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی ایسا نہ تھی لیکن اس کی اصلاح کی  
 طاقت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک  
 علامت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاح کی  
 انسانی ہے۔ اس کی اولاد میں اس کی اصلاح کی  
 اس کی اولاد میں اس کی اصلاح کی  
 اس کی اولاد میں اس کی اصلاح کی  
 اس کی اولاد میں اس کی اصلاح کی

آپ سُن چکے ہیں کہ بارگاہِ آپ کی خدمت میں مال آتا رہا مگر کبھی  
 بھی آپ کو اس کی رغبت، یا پرواہ نہیں رہی۔ معاذ اللہ رعیت کو بڑی  
 چیز ہے آپ نے اس کی طرف رخ بھی نہ فرمایا۔ کیفہ کہتے ہیں کہ  
 عجز اللہ سے تمہارا کہشہ عمل ہو کر زندگی تم نے فقیر و غنی گزاری ہے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ فقیری کی محبت اور ازید کو آنحضرت صلی اللہ  
 مقرر ہے نہ ڈرنا ہے۔ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نشان ہم نے اس کے  
 قرار دیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسعید خدری

[illegible]

وہ یہی روایت میں ہے کہ یہ دو دو گار عالم نے آپ سے دریافت کر لیا کہ مکر مکر کا سارا رستہ سارا آپ کے لئے وقف کیا ہو جاتا ہے تو آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض فرمائی۔ لَا يَأْتِيَنَّكَ رِجَالٌ وَلَا ثَمَرُ الْأَرْضِ وَلَا جَوْعٌ يَوْمَ مَا جِئْتُمْ بِكُمْ تَصْرِعُونَ وَإِذَا تَشَاءُ عَسَتْ حِمْدُكَ وَسُكْرُكَ - یہ یہ دو دو گار! ایسا نہ فرما۔ البتہ میں الکیں



علامہ نقشبی کی تفسیر | علامہ نقشبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بَحْفَافٌ ماحلبات جو  
 اس حدیث میں آ رہا ہے اس سے صبر مراد ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ دنیا سے جہاں تک  
 ہو سکے جھٹک لے اور اس کے کم ہونے پر صبر کرے۔ اور اس میں زبرد اختیار کرے۔  
 علامہ ابن الاعرابی فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں  
 جو لفظ "فخر" وارد ہے اُس سے فقر آخرت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ  
 قیامت میں نہی نفسی کی طرحی اور ابتداء سے انتہا تک کا حساب لیا جائیگا  
 ایسی حالت میں اگر غفلت و بیکاری یا ہول لب میں گزری تو اتنے غالی رہینگے  
 غالی ہاتھ کے تلخ آخرت کیا خرید سکیگا۔ لہذا آخرت کی فقیری اور غلی سے  
 بچنے کے لئے کوئی توشہ تیار کر دے۔ اور ایسا عمل کر دے کہ اس کی وجہ سے آخرت  
 کی غلی سے نہات لے۔ نیز قیامت میں دل کی پوشیدہ باتیں آشکار  
 ہو جائیں گی تو اس میں ایک قسم کی عریانی ہوگی۔ لہذا اس سے امن ہونیکے  
 لئے کوئی چادر لے کر۔ کہ اُس کے ذریعہ قیامت میں عیب چھپ سکے سب  
 پر فاش نہ ہو سکے۔

حضرت سید خدا کا ارشاد | حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں مَثْنٌ  
 أَحَبُّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيُعِدَّ لِلْعَصْرِ جَلْبَابًا - ہم اہلبیت کو جو شخص  
 محبوب جانتا ہے اسکو چاہیے کہ فقر اور غلی کو بچانے کے لئے چادر تیار کرے۔  
 یہاں بھی راوی کو شک ہے کہ جَلْبَابًا بآفرمایا یا بِتَخَفًا بہر حال مطلب ایک  
 اور حدیث بالاکا اس سے تائید ہوتی ہے۔

خود کو دیکھو اور دوسروں کو نہ دیکھو | حضرات! آپ کو بتلادیا گیا ہے کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ  
 کی محبت سے ایمان کامل ہوتا ہے اور بغیر اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی



میں نے یہ سب سنا ہے۔ ہمارے ماں باپ اور بی بی بچیاں سب بے گناہ لگتے ہیں۔  
 یہ سب باتیں ہم کو کہہ رہے ہیں۔ دوسرے کی نگرانی میں ہیں۔ اگر آپ آج وقت  
 آج کے دن کوئی چیز ہے تو صرف ایمان ہے۔ جس کی تکمیل آج ہی ہوگی۔  
 عیار اور ہماری محبت پر مبنی ہے۔ وہاں سب کو نفسی طور پر دھن دھن ہوگی  
 اور آپ انہی باتوں پر اپنے آپ کو ہم سے ملانے کا وسیلہ اور ہم کو اپنا بھائی  
 بننے کے لیے ہیں۔

بھائی! اگر وہ خود ہی فیصلہ کر لے کہ کیا کسی ایسی چیز کی محبت ہے  
 جو اللہ نہ ہونے تک پہنچا رہا ہے۔ اتنے دینے والی ہے۔ اور نہ معلوم ہمیں  
 بھی کتنی الجھنیں رہیں ہونگی یا اس مبارک ذات سے لگاؤ ٹھیک ہے  
 جس کی بدولت کائنات کا وجود ہوا اور دنیا و آخرت کی غیر و فلاح اس  
 کی محبت میں مضمر ہے۔

اسی میں تو میری محبت کا طلب اور دوسری چیزوں اور تعلقات کو چھوڑنا بھی صرف  
 اس وقت تک ورنہ ہے بلکہ حضور رقتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت  
 کے ساتھ کسی اور چیز کی محبت کا تصادم ہو اور اس کی محبت میں انحصار  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا اللہ سبحانہ کے فرائض ہیں۔ کہ وہ فرائض بجاتا ہو  
 ورنہ جس چیز کا تعلق اس کے ساتھ ہو اور اس کی محبت سے فرائض اللہ یا محبت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی ہو تو  
 شریعت مطہرہ اس کی مانع نہیں۔ بلکہ وہ تو نہ صرف ماں باپ بھائی بن۔  
 بلکہ تمام دنیا کے اسلام سے برادری کا ناٹھ جوڑتی اور سب کے ساتھ محبت  
 بننے والی کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ اِيْمَانًا کہ ایک بھائی بھائی  
 ہیں۔ کس کا حکم ہے؟ اللہ سبحانہ کا۔ سورہ حجرات پڑھ لیجئے۔ اَلْمُؤْمِنُونَ



لے کر میں نکالوں گا۔ کس کا ارشاد ہے حضور راستہ آپ کی راہ پر چلے  
 و اگر وہ نہ چلے گا تو آپ کی راہ پر چلے گا۔ آپ کی راہ پر چلے گا  
 و اگر وہ نہ چلے گا تو آپ کی راہ پر چلے گا۔ آپ کی راہ پر چلے گا۔

سخاوت مند ہے۔ یہ حال ہے کہ حضور نے آپ کی راہ پر چلے گا  
 و اگر وہ نہ چلے گا تو آپ کی راہ پر چلے گا۔ آپ کی راہ پر چلے گا۔  
 و اگر وہ نہ چلے گا تو آپ کی راہ پر چلے گا۔ آپ کی راہ پر چلے گا۔  
 و اگر وہ نہ چلے گا تو آپ کی راہ پر چلے گا۔ آپ کی راہ پر چلے گا۔

آپ کے ارشادات۔ آپ کی منت۔ آپ کا مل۔ آپ کی وضع  
 آپ کے اخلاق۔ آپ کی آل۔ آپ کے اہل بیت۔ آپ کے اصحاب  
 آپ کا سکون۔ آپ کا مدفن۔ آپ کی محبوب چیزیں۔ آپ کے  
 جہین۔ متوسلین۔ منتہین۔ آپ کی امت وغیرہ وغیرہ یہی لہان  
 کامل ہے۔ اور کاملین کا یہی شمار رہا ہے۔ اور اس میں جس قدر  
 کمی ہے اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں آپ کی  
 محبت عطا فرمائے۔ اور جس قدر کمی ہے۔ اس کی تکمیل فرمائے اور اس  
 کی ترقی بخشے۔ اور اس پر استقامت دے۔ آمین آمین۔

# فصل

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ - اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ حُلْ وَعَلَى - وَالَّذِينَ  
تَبِعُوا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَآلِ اِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحْيَوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا  
يُجِدُوْنَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُوْنَ عَلَى اَنْفُسِهِمْ  
وَلَوْ كَانَتْ بِهِمْ حَصَانَةٌ وَمَنْ يُوَفِّقْ لِنَفْسِهِ فَاُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُفْلِحُونَ - ترجمہ جن لوگوں نے ہاجرین کے دارالہجرت (مدینہ طیبہ  
زاوہ اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) آنے سے پیشتر اس کو اپنا ٹھکانا بنالیا اور ایمان کو اپنے  
دل میں جگہ دی تھی وہ ہجرت کر کے اپنی طرف آنے والوں کو محبوب جانتے  
ہیں اور ان (ہاجرین) کو کوئی چیز و پکائے تو اس کی احتیاج اپنے  
دل میں نہیں رکھتے - اور اگر خود کو اس کی حاجت بھی ہو تو ایشاء سے کام  
لیتے اور ان (ہاجرین) کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کا  
مال سہنے کی خواہش جو نفس کو ہوتی ہے اس سے جو شخص دور رہا ہے

ان لوگوں کو نجات پانے والے ہیں  
 علامہ علیہ السلام نے اپنی ہر بات میں ایسی بات کہی ہے کہ اس سے پایا جاتا ہے کہ ایمان کی  
 علامت ہے۔ اور یہ علامت یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی  
 اسے تیار کر دے اور محبوب جانے۔ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مضمون  
 کیا ہے کہ کوئی چیز لے اور خود کو میسر دے تو اس سے دل گہر نہ ہو  
 اور اس کا مال ہونے کی خواہش نہ کرے، صاف مذکورہ بالا صحابہ کرام  
 کے پاس بڑے بڑے گروہ (انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بدرجہ  
 کا یہ موجود تھے۔

ہاں میں کی بات ہے کہ کفار قریش کی ایذا میں نبی انصرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 آپ کے اصحاب کبار پر اسل ہو گئیں اور فہاش کی انتہا ہو چکی اور صبر  
 بھری مد سے ہوا ہو گیا تو بارگاہ رب العزت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم پر مسہ آپ کے اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مدینہ  
 طیبہ کی طرف ہجرت کرنا حکم ہوا۔ اس کی تعمیل میں صحابہ کرام اپنے وطن مالوف  
 (کہ مکہ) کو خیر باد کہتے جوق جوق مدینے پہنچے اور وہیں کی منتقل ہو دو باش  
 اختیار فرمائی اسی وجہ سے اس مبارک گروہ کو ہاجرین کے لقب سے یاد  
 کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حکم خدا اور رسول کی تعمیل میں اپنے وطن (صلی  
 کو چھوڑ دیا تھا اور اس واقعہ کو ہجرت کہا جاتا ہے۔ ۳۳) اسی مبارک  
 واقعہ ہجرت کی یادگار ہے جو اب تک جاری ہے اور انصار اللہ تعالیٰ قیام  
 قیامت تک جاری رہیگی۔

انصار کی دہائی۔ اصحاب کرام کا دوسرا گروہ جو پیشتر سے مدینہ طیبہ ہی میں ہو دو باش  
 اختیار کئے ہوئے تھے۔ وہ انصار کے نام سے موسوم ہے یہ لفظ نصرت سے

یا گیا ہے جس کے معنی مدوسے ہیں۔

محسنا صلا کی ابتداء انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بہترین میں سے ہے۔ مختلف طور پر محض موسم حج میں مکہ مکرمہ کی آغوشِ مقدسہ میں ان کے لیے شرفِ ملاقات حاصل کرتے اور اپنے قلبِ آفرابان و سرفراز سے منور کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں مسراحِ منیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطاب ہے جو رب العزت کی طرف سے ملا ہے اس سے انصاف کا ایک ایک دل روشن ہوتا اور دوسروں پر اپنی مبارک شعاعیں ڈالتا اور ان کے قلب کو ذرا سی بناتا تھا۔ چنانچہ واقعہ ہجرت مکہ ان کی ایک خاصی جماعت مشرف باسلام ہو چکی تھی۔ اور ہجرت سے دو سال پیشتر ہی انہوں نے مساجد کی بنیادیں ڈال دی تھیں یہ سب اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کیا تھا۔ مہاجرین جیسے جیسے مدینہ طیبہ وارد ہوتے حضرت انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خوشی خوشی ان کا خیر مقدم کرتے اور ان کو اپنے پاس جگہ دیتے۔ گھروں کو لپیٹتے، دارالمدارات فرماتے۔ مہمانی کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے۔

انصار کی محبت مہاجرین کے ساتھ انصار کا یہ عمل کسی ذاتِ پات کے اختیار بانگ و روپ کے اشتراک کے باعث نہ تھا بلکہ اس وجہ سے کہ یہ ان کے حبیبِ صادق رحمۃ اللعالمین صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین کے پاس سے آئے ہوئے اور اسی مبارک ذات سے نسبت رکھنے والے ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں انواع و اقسام کی ہر کالیفِ شاقہ برداشت کیں اور ایسی ایسی سختیاں اٹھائیں کہ ان کے سینے سے کلیجہ کا پٹھتا ہے مگر اس پر بھی ان کی محبت و دوستی میں کسی قسم کا

فرزند آیا بلکہ از ویادہی ہوتا گیا۔

ہاجر کے سائب | انہ مار کو یہ بھی معلوم تھا کہ ہاجرین کی وہ بزرگ باعث  
سے نہیں نے ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا  
اگر آپ بک پیاس کے عالم میں تھے اور اس وجہ سے شکم مبارک پر پتھر  
باندھتے تھے تو ہاجرین میں بھی کئی اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کی اتبل و پیروی یا بالفاظ دیگر آپ کی محبت میں بھیک اور پیاس کے  
وقت پیٹ پر پتھر باندھے تھے اور یہ بھی معلوم تھا کہ ہاجرین میں وہ بزرگوار  
بھی ہیں جنہیں موسم سرد نے بہت دق کیا اور اس کے دفع کرنے کے  
لئے ان کو کپڑا میسر نہ آیا تو زمین میں گر جاتا کھو کر اس میں بیٹھے بیٹھے جاڑے  
کی راتیں گزار دیں۔ لیکن دولت ایمان کے مقابلہ میں اس تمول کی خبر  
نہیں کی جو حالت کفر میں میسر آ سکتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کی محبت صاف کا ثبوت دیا۔ ایسے بزرگوار جب مدینہ شریف آ رہے تھے تو  
حضرات انصار کو کیونکر خوشی نہ ہوتی۔

السلامی حتیٰ آنحضرت کی تشریف زانی | اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کی آمد آمد کی بشارت معلوم ہوئی تو حضرات انصار اور ان کی بی بی بچے  
نوکر چاکر باندی غلام (جو دراصل ہمارے آقا ہیں) غرض سارا زمانہ چشمہ پراہ  
اور مشاق دیدہ ہو گیا۔

خبر رسید امشب کہ نگار خواہی آمد ہر من قدر ہے کہ سوار خواہی آمد  
ہمہ ایوان صحرایہ خود بنا وہ کف بامید آنکہ روزے شکار خواہی آمد  
جس وقت اقدس مبارک مدینہ شریف کی گلیوں میں پہنچی ہے بہت وسرور کی لہریں  
دوڑنے لگیں۔ سرت و شادمانی نے بیخود بنا دیا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں

خوشی کی گیت گانے لگیں ۵

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ قِبَابِ الْوَحْدَانِ  
فَحَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ ۱۷ ۱۸

روايات | حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے صرف اس خیر مقدم اور دھوم دھام پر اتنا نہیں فرمائی۔ بلکہ آنحضرت کے ارشاد کے مطابق جملہ ہاجرین کو ایک ایک انصار نے اپنا اپنا بھائی بنا لیا۔ اور اپنی جائداد، مال و متاع وغیرہ میں برابر کا حصہ دار کر لیا۔ اور نصف نصف بانٹ دیا جس کی تفصیل آپ سن چکے ہیں۔ انہی واقعات کی اللہ سبحانہ نے یُحِبُّوكَ مِنْ حَاحِ الْيَهُودِ کے ذریعہ شہادت ادا فرمائی ہے۔ اب اثیار کا حال سماعت فرمائیے۔

ابطلحہ انصاری کی پہلا زنی اور اثیار | بخاری شریف اور مسلم شریف۔ ترمذی شریف اور نسائی شریف نیز دیگر کتب احادیث شریفہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بارگاہ رستا میں گدایا نہ حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ اَصَابَنِي الْجُمُودُ اے خدا کے پیارے رسول! مجھے بڑی مشقت پہنچی ہے۔ ان کا اشارہ بھوک کی طرف تھا یعنی شدت کی بھوک لگی ہے۔ آپ نے حرم مبارک میں دریافت فرمایا۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا رَحُلٌ يُضَيِّفُ هَذَا اللَّيْلَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس بھوکے کو آج کی رات بہان بنا کر خداوند تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا (جو اس کو بہان بنا کر) یہ سنتے ہی ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی

اَ مَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ اسے خدا کے پیارے رسول ہیں ہوں (حضرت آپ کے  
 مہمان کی ہمانی کرونگا) اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ بزرگ  
 حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ وہ خوش خوش انکو اپنے  
 گھر لے گئے اور اپنی بی بی سے فرمایا۔ اَلْکِسْرِ حِی صَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ  
 عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَا تَلْخِیْرَ لَیْنَ شَبِیْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے ہمان کی خاطر کرو۔ کوئی چیز ان کی وجہ سے اٹھا کر نہ رکھو یعنی جو چاہے ہو  
 سب پیش کر دو۔ بی بی نے قسم کھا کے کہا کہ بچوں کی خداک کے سوا کچھ  
 بھی نہیں ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا۔ بچوں کو پہلے سے ہی سلاؤ۔ اور ہاں  
 آہستہ سے آکر چراغ گل کر دو۔ ہم آج کی رات۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے ہمان کی خاطر یوں ہی گزار دیگے۔ چنانچہ ان نیکو بی بی  
 نے ایسا ہی کیا۔ صبح وہ ہمان و میربان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ ان انصاری  
 مرد اور انصاریہ بی بی کا حسن سلوک جو انہوں نے ہمانوں کے ساتھ کیا تھا  
 حق تعالیٰ کو بہت پسند آیا اور ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی  
 وَیُحِبُّشُّوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہُمْ دَلُوْا کَانَ یُحِبُّ خَصَاصَتًا اِکْرَہُ عَمُوْکُو  
 حاجت ہو لیکن وہ اپنی حاجت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے  
 ہیں۔

نماتیں تیز بھاری کی ہمارا زاری اولیٰ آثار حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو  
 انصاری صحابی تھے انہوں نے بھی ایک وقت ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں میں سے  
 ایک شخص تین دن سے بھوکے تھے۔ دن کو روزہ رہتے اور شام کو افطار  
 کے لئے کچھ میسر نہ آتا۔ پھر دوسرے دن روزہ رکھ لیتے اس طرح تین دن

گزر گئے مگر اس تک مرد بزرگ نے کسی سے اظہار حال نہ فرمایا۔ اندازہ سے  
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تہاڑ لیا۔ فوراً گھر گئے اور اپنے  
گھر والوں سے کہا کہ میں ایک مہمان کو لاؤنگا کھانا پیش کیا جائے تو تم  
میں سے کوئی ایک چراغ کی جی درست کرنے کے لئے اٹھے اور اس کو  
درست کرتے کرتے نکل کرے۔ اور دسترخوان پر آکر تین میں ایسا ہی  
ہاتھ مارنا اور آواز کرنا شروع کرے۔ جیسا کہ کھانا کھانے کے وقت ہوتا ہے  
اور جب تک مہمان کھانے سے فارغ نہ ہو جائے کوئی کچھ نہ کھائے۔

چنانچہ وہ مہمان جب آئے تو حضرت ثابت بن قیس اور ان کے گھر والوں  
نے حسب مذکور عمل کیا یعنی دسترخوان بچھ گیا اور بے بیٹھ گئے تو انصار ہی ضرور  
کی بی بی چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھیں اور بچھا دیا۔ مہمان کو اس  
واقعہ کی اطلاع نہ تھی۔ مہمان کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا اور باقی  
لوگ صرف خالی ہاتھ چلا تے اور آوازیں کرتے رہے۔ مہمان یہی سمجھتا رہا  
کہ سب لوگ کھانا کھا رہے ہیں۔ بیٹ بھر کھانا کھا لیا۔ اور چلا گیا۔

لکھا ہے کہ مہمان کے سامنے جو پیش کیا گیا تھا۔ صرف ایک روٹی تھی۔  
جو تمام گھر والوں کا اذوقہ تھا۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ صبح جب ثابت بن  
قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا

کہ اللہ سبحانہ کو تمہاری مہمان نوازی بہت پسند آئی اور یہ آیت کریمہ تلاوت  
فرمائی۔ **وَيُؤْتِي مَن يَشَاءُ مِثْرًا مِّثْرًا**۔

صحابہ کرام کا ایتار استدراک عالم اور سن بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب  
میں سے ایک صحابی کے پاس کسی نے بکری کا سر ہدیہ بھیجا تو انہوں نے



کہا کہ ہمارے بھائیوں میں یہ نماں صحابی اور ان کے بال بچے مجھ سے زیادہ آگے  
سستی میں ان کے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ انہوں نے  
دوسرے ریلے سے زیادہ سستی بتلایا۔ پھر اس نے تیسرے کی نشان دہی  
کی۔ اور یہی تسلسل سات گھروں تک قائم رہا۔ بالآخر پہلے شخص کے پاس  
وہ سارا لوٹ کر آیا۔

صحابہ کرام کا اشارہ مرنے دم تک۔ ایک غزوہ میں کئی صحابہ زخمی پڑے ہوئے تھے  
اور شدت کی وجہ سے تپتی پانی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ایسے میں ایک صحابی  
پانی لئے ہوئے پہنچ گئے ایک کے پاس پانی پیش کیا تو انہوں نے  
فرمایا کہ میرا دوسرا بھائی زیادہ تشنہ اور زخمی ہے پہلے اس کو پانی پلاؤ  
ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے تیسرے کو بتلایا۔ وہاں لے گئے تو  
انہوں نے چوتھے کو دینے کے لئے فرمایا بالآخر ان میں سے ایک نے  
پھر پہلے شخص کے پاس لے جانے کے لئے کہا۔

جب وہ پہلے شخص کے پاس پہنچے تو ان کو دھل بقی پایا دوسرے  
کے پاس آئے تو وہ بھی رخصت ہو چکے تھے۔ تیسرے اور چوتھے کا بھی  
خاتمہ ہو چکا تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
والرضا ہم عنہ۔

واقعات والا یہ ایک نظر۔ ان واقعات پر اگر آپ گہری نظر ڈالیں تو آپ کو  
بڑے بڑے سبق ملینگے اور محبت کس کو کہتے ہیں اس کا حال معلوم ہو گیا  
واقعات اگرچہ مختلف اور متعدد ہیں مگر وہ سب کے سب صرف ایک ملک  
محبت میں منسلک ہیں۔

صحابہ کے آگے وطن کوئی چیز نہیں | حضرات ہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حال سے

آپ کو سبق ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ہدایات و تعلیمات کے مقابلہ میں دنیا اور اس کی کوئی چیز قلیع نہیں۔ وطن کے لئے فی زمانہ قربانیاں کی جا رہی ہیں۔ ایک عالم میں ہلکہ بچا ہوا ہے اس قدر جدوجہد جاری ہے اور ہر طرف سے ابنائے وطن پیچھے پکار میں ہیں۔ اور ہر دم حُبِّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيمَانِ اُن کے پیش نظر ہے ان اعتبارات سے وطن انسان کو جس قدر عزیز ہو وہ بجا ہے لیکن آپ کو معلوم ہو چکا کہ مکہ مکرمہ زادہ اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً مہاجرین صحابہ کا وطن ہالوف اور ان کا مسقط الرأس تھا۔ لیکن ابنائے وطن نے جب حق کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا۔ اور اہل حق کا بچھپا کیا۔ ان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تو ایسے وطن کو خیر باد کہہ دیا۔

ناحق شناس۔ اور ناحق پسند لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اگرچہ ان میں ان کے باپ دادا۔ بھائی بند۔ بی بی بچے۔ عزیز۔ قریب۔ نوکر چاکر۔ دوست آشنا۔ سب کچھ تھے۔ جائدادیں تھیں۔ دولت و حکومت تھی سب سے ہاتھ دھو لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کو سب پر ترجیح دی۔ اور اس کو غنیمت جان کر ہمراہ رکاب ہو گئے۔ بھوک پیاس کی تکلیف اٹھائی۔ پیٹ پر پھر باندھے۔ جاڑے سے تباہ گئے۔ بات بات پر آزمائش ہو رہی تھی۔ اور قدم قدم پر امتحان گاہ بن گئی تھی مگر آفریں اور صد ہزار آفریں ان علی ہمت و فراخ حوصلہ گروہ مبارک مہاجرین پر کہ ایسے دشوار گزار میدان سے منظر و منظور گزرے اور ایسے سخت امتحان میں کامیاب ہو کر رہے۔ ان حضرات کو اپنی امیدوں اور مقاصد عالیہ میں کامیاب کرنیوالی کونسی چیز تھی؟ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

مختصر تاریخ اسلام -

مہینے میں ۱۰ کو نامہ ہوا انصار۔ نہ ہا برس کی جو بچہ ناطہ داری فرمائی وہ  
 آپؐ سن پانچ برس کا رہا۔ آپؐ کی بھی یہ کہنے لگتا تھی کہ جیسا باریک طور پر  
 میں والا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عیشہؓ کے بھتیجے  
 تھے جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم کے فائز تھے۔ رشتہ مرادات کی وجہ سے ایک انصار میں صحابی  
 کے پاس اٹھ کر رہے انہوں نے بھی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے یہ درخواست کی کہ جو وہ مال متاع سے نصف حصہ لینا تسکو  
 فرمیں۔ آپؐ نے فرمایا آپکا مال متاع آپ کو مبارک ہو واللہ علی  
 الشوق۔ مجھے ذرا بازار تو بتاؤ۔ ایک روز باہر جا کر بازار کا رنگ  
 دھنگ دیکھ لیا اور نہایت شرم و خجائی۔ اللہ سبحانہ نے آپؐ کو اس میں  
 جو دولت و ثروت غایت فرمائی اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے  
 کہ انتقال کے بعد جب متروکہ تقسیم ہوا تو ان کی ایک ایک بی بی کے حصہ میں  
 کئی ہزار دینار و درہم آئے آپؐ کو معلوم ہے کہ زوجہ کا حصہ سب سے چھوٹا  
 حصہ ہوتا ہے اور جب کئی زوجات ہوں تو سب اسی چھوٹے حصہ میں سے  
 آپؐ میں تقسیم کر لیتی ہیں۔ آپؐ نے دوسریں کو دینے کے لئے جو وصیتیں  
 فرمائی تھیں وہ اس کے علاوہ تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
 قدموں پر جو دولت لٹائی تھی اور اسلامی خدمات انجام دے گئے  
 ان کا کوئی شمار نہیں۔

حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی محبت کا ثبوت  
 علی طور پر جس طرح دیا وہ بھی آپؐ کو معلوم ہو چکا ہے ان واقعات میں

بھی ہیں کہ یہ فیصلے کا ہوتا ہے۔

آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر! میں نے اپنے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 آدمی پرورش کرنے اور ان کے ساتھ رہنے کے ارادہ کیا تھا مگر اس نے میری یہ بات نہ سنی  
 تو مجھے ہنس دیا کہ اگر ہمارے بھائی اس کی جگہ لیتے تو وہ لوگوں سے جدا ہو کر چلا جاتا۔  
 تازہ کہ بائیس۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام طالت  
 علوم و دینیہ وغیرہ و غیرہ بزرگان امت ہمارے پاس آئے ہیں ان کے کلمات شریف  
 اور ہماری رائے خوش ہونا چاہیے اور ہر شخص کو یہی ماننا ہونی چاہیے کہ کاش  
 وہ بزرگ ہمارے جہاں ہوتے اور ہم سب کسی نام و نمود کے لئے نہیں  
 بلکہ اس اعتبار سے کہ یہ حضرات نسبت عالی رکھتے ہیں۔ ایسی صورت ہے  
 ان کے ساتھ محبت عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوگی  
 صحیح حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 جس نے ایک مالک کی عزت و توقیر کی اس نے گویا میری عزت و توقیر کی  
 جس نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا وہ میرے ساتھ مصافحہ کیا۔

محبوب کے منتسبین کو اپی حان حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور اولاد پر بھی ترجیح ہے یہاں نوازی کے واقعہ میں اس امر کا سبق موجود ہے کہ اگر کسی کی مالی حالت تباہ ہے تو اس کی بہانی سے پہلو تہی نہ کرے۔ عام مہانوں یا مذکورہ بالا بزرگواروں کی بہانی کا بھی وہی طریق ہو جیسا کہ حضرت ابو طلحہ نے اختیار فرمایا تھا۔ اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی کسی وقت بھوکے رہ جاتے ہیں تو مضائقہ نہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی خاطر اور آپ کے ادب کو پیش نظر رکھ کر آپ کے منتسبین کی خاطر داری کرے اور ایسا طریقہ اختیار کرے کہ ہمسان

آزادہ خاطر نہو۔

محبوب کے متنبین کو نام فرامدادوں | حضرت ثبات بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
اور اپنے بس یہی فرق ہے۔ | اقدیر میں تعلیم دی گئی ہے کہ اپنی جان اور اپنے  
قرابتداروں کی جان پر کچھ تکلیف کزرتی ہے تو کسی وقت اس کی بھی  
برداشت کرے کوئی ایسا محتاج نظر آجائے جو باوصف احتیاج و فقر و ناتوانی  
نہی سے مانگتا نہیں اور نہ اظہار حال کرتا ہے۔ فاقہ پر فاقہ ہوتا ہے مگر کسی  
پاس اپنی حاجت نہیں لے جاتا۔ ایسے موقع پر دوسرے لوگوں کا فرض ہے  
کہ اس کی سقیم حالت کا اندازہ کر کے اس کی نکلنے خدمت کریں اور اسکی  
تکلیف دور کرنے یا اس کی مصیبت کو الٹی بنانے میں سعی پیش کریں۔  
انجان نہ ہو جائیں۔ اور اپنی امتیلاج و نگہ دستی پر نظر کر کے اس کو اسی  
حالت میں نہ چھوڑیں۔

محبوب کے متنبین کے ساتھ ایثار | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی  
روایت سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں میں جو شخص زیادہ  
عاجز و کمزور ہے اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیں اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت  
پر مقدم نہ جانیں کوئی ضرورت ایسی نکل آتی ہے کہ اس سے خود مستفید  
ہو سکتے ہیں یا دوسرا۔ لیکن دونوں کے لئے وہ کفایت نہیں کر سکتی تو  
اس حالت میں اس دوسرے کا خیال کریں اور خود اس سے اپنا ہاتھ  
روک لیں۔ اگرچہ اس پر قبضہ کر لینا ہمارے لئے بہت آسان ہو۔  
آخری دم تک ایثار ہاتھ سے نہ جائے | چند نشانیہ کام شہداء کا جو واقعہ سنایا گیا  
ہے اس سے سبق حاصل کیا جاسکتا ہے کہ ایثار کو آخری دم تک ہاتھ سے  
نہ دینا چاہئے مردانگی و شجاعت یہی ہے کہ اپنے نفس کو منسوب کرے

ع بڑے میوزی کو ارا نفس امارہ کو گرا رہا۔

حبوب کی محبوبہ پیڑوں سے محبت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ  
جہیزوں کو دوست جاننے کے سلسلہ میں آپ کے امیر شاد کو بھی پیش کش کر رکھنا تھا  
حبيب الیٰ مین دیا کہ تِلَکَ - اَلطَّيِّبَ زَايَةً اَدُوْ ذَرَّاهُ عَلٰی  
و ادرالو تو میات دنیا میں مجھے میں پریم باندھیں۔ ایک حور آباد  
دوسری عمر تیں تیسری نماز۔ اور اس نماز میں یہ تھا ان خصوصیات  
ٹھنڈک ہے۔

خوستہ سے محبت | خوشبو کے متعلق زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔  
جانتے ہیں کہ وہ غذائے روح ہے اور دماغ کی قوت و تابذگی اس کا  
ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ خوشبو کو وجہ سے دل برزعت و انبساط  
کے آثار حوہ پیدا ہوتے ہیں وہی سے غمی نہیں ہیں اور خوشبو کو پاکیزگی  
میں کہاں تک دخل ہے وہ بھی بالکل ظاہر ہے۔ مبارک دین اسلام کی بنیادی  
پاکیزگی اور ستہرائی پر ہے۔ جس طرح مذہب اسلام نے باطنی آلائشوں سے  
دُور اور شرک و کفر کی اندرونی نجاستوں سے پاک ہونے کی تلقین دی ہے  
یہ بھی حکم دیا ہے کہ جسم بھی پاک ہو اور جامہ بھی۔ نماز کی جو عکے کہے وہ بھی  
پاک ہو۔ وضو اور غسل کا پانی وغیرہ بھی پاک ہو یہ سب مذہبی احکام ہیں  
تھمت کے اصول ہیں کہ جب دنیا میں بد ہوائی پھیل جاتی ہے اور  
اس سے اموات کی کثرت ہو جاتی ہے۔ مزار میں بگڑنا شروع ہوتی  
ہیں تو بخورات و عطریات کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ اس سے ہوا  
صاف ہوتی اور صحت و تندرستی کے علامات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہ  
دفع ہو جاتی ہے۔ یہ بھی اصول تھمت ہے کہ چند آدمی ایک جگہ جمع

ہوتے ہیں تو ان کے تنفس سے ہوا کھردھرتی ہے اور اس سے ہر اثرات مترب ہو رہے ہیں۔ لہذا خوشبو لگانی جائز ہے۔ مذہب اسلام نے ہمہ وایجاد کے مواقع پر جہاں آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے وہی مقدس ترین لوگوں کو خوشبو لگانے کا حکم دیا ہے۔ فقہ کی تمام کتابوں میں ایسے مواقع پر خوشبو کا استعمال مستحب و مستحسن بتلایا گیا ہے۔

ایسی حالت میں اگر آپ اس اعتبار سے کہ اطباء و حکماء کا قول ہے خوشبو کا استعمال کرینگے تو آپ کو صرف طبی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھ کر اگر خوشبو کا استعمال فرمائیں تو ”ہم خزا و ہم ثواب“ کا مصداق ہو گا۔ طبی فوائد سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور اتباع سنت و حب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی برکت اور اس کا ثواب بھی ہاتھ سے نہ جائیگا۔

منصف نازک سے محبت اور دوسری چیز جس کی پروا نہت منظور خاطر اقدس تھی وہ منصف نازک سے ہے۔ اللہ سبحانہ کے مخلوقات میں یہی تو ہر ذرہ کائنات ایک لاقیمت نعمت ہے لیکن ان کے منجملہ عورت دنیا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ جو مردوں کے تصرف میں دی گئی ہے۔ انوس ہے کہ لوگ اس کی قدر نہ جان کر عیش زندگی تلخ کر لیتے۔ اور عدالت کی کشاکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کہیں نفقہ کے مقدمات پیش ہیں تو کہیں خلع و طلاق وغیرہ کے۔

اس میں شک نہیں کہ عدالت اگر اپنے حقیقی معنی پر قائم ہو تو اس کی وجہ زمین کے حقوق کا تصدیق اچھی طرح ہو جاتا ہے اور ایک کو دوسرے پر زیادتی کا موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن یہ امر غرض طلب ہے کہ عدالت اور محبت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عدالت تو کسی فریق کی زیادتی کو دفع کرتی ہے

لیکن میدان محبت وہ ہے کہ یہاں زیادتی کا نام ورتان ہی نہیں۔ شہر ار تو  
محبوب کے نام و نام کی بڑی بڑی کہانیاں اور داستانیں لکھ رہے ہیں مگر  
کوئی اس منظم دستور زادہ محبت سے پرچھے کہ اس کی نظر میں نظام کی کیا بات  
اعلیٰ ہے۔ محبت آدھ تو ایک ایک تکلیف میں ہی لطف آتا ہے۔ اور  
ایک ایک زخم ہم نگار کا، نگ و نگا آسے۔ نگھ ورو۔ رنج و تعب کا تو  
وہاں گزری نہیں۔

حضرت! اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے تو  
مبارک ہو۔ مگر غور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب چیز  
آپ کی نظر میں کیا وقت رکھتی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا سلوک  
کیا ہے۔ اگر آپ عدالت کا برتاؤ کرتے ہیں تو بھی مضمون بالا کے  
مد نظر وہ محبت کی تعریف میں داخل نہ ہوگا۔ بکان اللہ! کتنا زبردست  
مضمون اور کیسی اصولی باتیں حضرت صاحب جامع الکلام صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے معمولی اشاروں میں بیان فرمادیں۔ اور اکیسے  
مدتوں کے جھگڑے ایک مختصر عہد میں طے فرمادے۔ حَسْبُ  
الْحَقِّ مِنْ دُنْيَاكَرُ النِّسَاءِ۔ فداہ نفسی دالبی وای۔

مبارک محبت! میری چیز جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہے  
اور آپ نے اسکو اپنی مبارک آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ وہ ناز ہے۔  
جس کی پابندی سات سال کی عمر ہی سے شروع ہو جانی چاہیے۔ جدت  
حقانیت کے ختم کا زمانہ ہے۔ اگر وہ سات سال کی عمر ہو گئی اور ہنوز پابندی  
نہ کی گئی تو ضرب کا حکم آیا ہے۔ اور زمانہ بلوغ کے بعد سے تو مدت العمر  
نماز فرض ہی ہو جاتی ہے۔ سفر و حضر شادی و تنہی۔ رنج و راحت صحت و مرض



نگین فراخ فقر و نماز اس خوف بہ سال میں کیساں طور پر زہن ہے کبھی رخصت  
 نہیں نہیں رہی۔ بار بار یاد کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو نماز سے  
 اس درجہ خوف تھا۔ جب کبھی رخصت بل جاتی یا سب لوگ سو رہتے یا کوئی ضرورت  
 پیش آتی۔ یا کوئی ہم رونا ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں نماز  
 ہی سے مدد لی جاتی تھی۔ بارش نہیں ہوتی تو صلوٰۃ الاستسقاء چاند کہن سورج کہن ہو گیا  
 تو صلوٰۃ الکسوف والخسوف۔ میت کے لئے صلوٰۃ الجنائزہ سب اس اجمال کی تفصیل  
 ہے۔ قرآن پاک میں کتنی تاکیدات وارد ہوئی ہیں۔ اور کس کس طریقہ سے  
 سمجھایا گیا ہے۔ انا و میت شریفہ میں کسی سزا جو اتنی لگی ہے مگر دکھا جاتا  
 ہے کہ نماز کے لئے جس درجہ تاکید وارد ہے اس سے اسی حد تک تغافل  
 و تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ جس چیز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم  
 نے تصریح فرمادی کہ وہ مجھے محبوب ہے اور نہ صرف محبوب بلکہ اس سے میری  
 آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس سے تغافل برتا جانا بارگاہ رسالت میں کس درجہ  
 محبت کا ثبوت پیش کرتا ہے آپ خود فیصلہ کیجئے۔

قوم سے طلب حضرت! ابھی وقت ہے اس کو ضائع نہ کیجئے اگر آپ اس سے  
 صحیح طور پر کام لیں تو اس تھوڑے سے سہ سے وقت میں بھی آپ بہت  
 کچھ کر سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی سنبھال اور درستی بڑی حد تک ہو سکتی  
 ہے۔ وَمَا تَقُوْضُوا اِلَّا بِاللّٰهِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكُمْ اَلْتَّكْلَانِ  
 و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہا سیدنا محمد وآلہ واصحابہ  
 اجمعین بحسناتہما و احوالہما



# مذہبی کتابیں

جن کا پڑھنا سنا سنانا خریدنا خرید کر مفت تقسیم کرنا باعث اجر و ثواب و خیر و برکات ہے۔  
تصویف کسانوں نادلوں اور محرب اخلاق اشخاص کچھ کتابیں خواب کرو گے اور بار و منزل کی آہا  
موجی خواب غفلت سے جاگو مذہب سے واقف ہو اور اس کے ہدایات پر عمل کرو۔ ان کتابوں سے  
تم کو بہت لیگا جن کو یاد رکھنا دین و دنیا دونوں کی کامیابی کا باعث ہوگا۔ فقط

مواظف سواد	محاسن محبوب	تروی و باطن	حیات و اخلاق	علم کی ہلکتا	مصیب الیلا
مردت علمین	رد عقائد صغر	تصدیق کلمات	طہارت	اخیرت	مخطوئان
غصہ و غضب	زکوة	اعظم البقاء	ایحو الشیطان	سواد الرسول	اموہ حسنة
ارد و تحفہ بردہ	اعظم اللہ کیا	مطرح الرسول	دعا و شیطانی	مال غزوہ کھار	روزہ و صفایا
فطرت عقید	تسلیم اسلام	ستہ امانی	دنیا کی حقیقت	گنہ کی حقیقت	واقف ہو کر
ایشار	نجات و توحید	ماہ سیکلاد	سیرۃ انسبی	ایات نبوت	کلمات مکرول
رہل کی موت	شان کعبہ	احکام شکر کی حکمت	اطمینان قلب	یقین	عبادت الہی
مکافات عمل	امام عظیم	شب بولکت	مردن اور صاف	کلمات حیات	صبر و تحمل
عبادۃ الزمان	المتجددات	شکر کی حقیقت	مسئلہ حق و باطل	حقیقت ایمان	محاسن طاعت
شکر و تحفہ	کمال رسول	ایضہا کی حکمت	چند تن الحزنہ	طاعت و اطاعت	نہر و بہرین
مرفیت	ناتج کثرت	غوث اعظم	نسب الہی	دعا	ابوہ و مصیب
اہل و قدرت	تصویر	سلطنت مستقیم	خارجہ	عبادت	مید
مردت علم	ایباب ازخار	مناقب سید	حبیب الہی	دل و باطن	نام و تحفین
نہایت علم	مردت علم	تسلیم	مردن فاضل	عالم سیکل	مید و تحفین
مردت علم	مردت علم	مردت علم	مردت علم	مردت علم	مردت علم